

بلوچستان کے عوام کی امید ہیں،
وسو سے اور بیگانگی کا احساس

اتجاح آر سی پی تحقیقاتی مشن کی رپورٹ

(15 مئی 2012 سے 19 مئی 2012)



پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

ناشر:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

”ایوان جمہور“ 107 - ٹیپو بلک، نیگار ڈن ٹاؤن، لاہور - 54600

فون : 042-35838341-35864994-35865969

فیکس : 042-35883582

ای میل : hrcp@hrcp-web.org

ویب سائٹ : www.hrcp-web.org

طابع:

انور فیاض پرمنجز

1 - میسن روڈ، لاہور

کورٹیز ایئٹ لے آؤٹ: وزیریزڈ ویژن

ISBN: 978-969-8324-55-1

فہرست

5	تعارف
8	تحقیقاتی مشن
8	مشن کی کوئٹہ آمد
41	مستونگ میں مشن کی سرگرمیاں
44	مشن کی پشین میں سرگرمیاں
47	سرکاری مؤقف
53	مشاهدات اور نتائج
57	سفارشات
63	ضمیمہ
65	ضمیمہ - I
69	ضمیمہ - II
70	ضمیمہ - III
73	ضمیمہ - IV
81	ضمیمہ - V
83	ضمیمہ - VI
85	ضمیمہ - VII

تعارف

رقبے کے لحاظ سے بلوچستان پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ اس کی آبادی سب صوبوں سے کم ہے اور امن کی صورتحال سب سے خراب۔ آج صوبے کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کی پرتشددسرشی ہے جو صوبے کے بلوچ اکثریتی اقلیاء میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ رکشی 2006ء میں نواب اکبر گلٹی کی ہلاکت کے بعد شروع ہوئی تھی۔

لیکن بلوچستان کو درپیش یہ واحد مسئلہ نہیں ہے جہاں پختونوں کا اصرار ہے کہ آبادی کا نمایاں حصہ ہونے کے باوجود انہیں نمائندگی کے تناظر اور تعلیم اور ملازمتوں تک رسائی کے حوالے سے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

جبکہ گلشنگیاں جن کا ذمہ دار یاستی اداروں کو ٹھہرایا جاتا ہے اور جبکہ گلشنگیوں کے شکار افراد کی لاشوں کو سڑکوں کے کنارے ڈمپ کرنا، صوبے میں انسانی حقوق کی سب سے نمایاں اور وحشیانہ خلاف ورزیاں ہیں۔

بلوچستان میں مذہبی اقلیتوں کو ایسے چیلنجوں کا سامنا ہے جو پاکستان میں سب سے زیادہ عُینیں ہیں۔ اقلیتی فرقوں سے تعلق رکھنے والے بہت سے افراد دوسرا صوبوں میں آباد ہو گئے ہیں یا یہ وہ ملک چلے گئے ہیں۔ اقلیتوں کے خلاف زیدتیاں صرف غیر مسلموں تک ہی محدود نہیں ہیں۔ بلوچستان کے ہزارہ، مذہب یا مسلک کی بنیاد پر سب سے زیادہ نشانہ پر ملی جانے والی کمیونٹی ہے۔ ہزارہ برادری کے نوجوان ہر ممکن طریقے سے ملک کو خیر باد کہدے ہیں اور اکثر ویشتر اس مقصد کے لیے انسانوں کے سملکوں کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔

باغی اور سرکش عناصر، آبادکاروں کے خلاف زیادتیوں کے مرتكب ہوتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ تمام سانی گروہوں کے ارکان ہوتے ہیں۔ ماسوائے بلوچوں کے۔ اور وہ افراد جنہیں وفاق پسند تصور کیا جاتا ہے یا وفاق کے حق میں تصور کیا جاتا ہے..... بشمول اساتذہ جو بلوچ اکثریتی علاقوں میں پڑھاتے ہیں۔ انہیں صحیح کی اسمبلی میں قومی ترانہ بجانے پر یا پاکستان کا جھنڈا بلند کرنے کی صورت میں دھمکیاں دی جاتی ہیں یا انہیں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ نام نہاد آبادکار، پنجابی یا سندھی یا اردو بولنے والے جو نسلوں سے بلوچستان میں رہ رہے ہیں اور بعض صدیوں سے..... انہیں بلوچ اکثریتی علاقوں سے دھمکیاں دے کر یا پرتشدد کا رواجیوں کے ذریعے نکالا جا رہا ہے اور بسا اوقات ”لینڈ مافیا“ کے ارکان بھی ان کی زمینوں اور عمارتوں پر قبضہ کر لیتے ہیں اور ”آبادکاروں“ کو جتنا خوف زدہ کیا جائے گا وہ اپنی جائیداد کی کوئی بھی قیمت وصول کر لیں گے کیونکہ وہ کسی اور مقام پر ”پناہ گاہ“ ڈھونڈنے کے خواہاں ہیں۔ صوبے میں امن و امان کی صورتحال بھی نہایت

مندوش ہے۔

آئین میں تبدیلیوں کے بعد صوبائی حکومت کے مالی وسائل اور انتظامی امور میں خود مختاری میں یقیناً اضافہ ہوا ہے۔ لیکن عوام ابھی تک ان فوائد سے لطف انداز نہیں ہوئے یا ان فوائد سے بہرہ ورنہیں ہوئے۔

یہ وہ وسیع و عریض زمینی منظر ہے جسے بلوجستان کا نام دیا جاتا ہے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے کافی طویل عرصے تک صوبے میں انسانی حقوق کی بگڑتی ہوئی صورتحال کا مشاہدہ کیا ہے۔ بلوج قوم پرستوں کی بغاوت یا سرکشی نے بلوجستان کے دیگر تمام مسائل کو ماند کر دیا ہے لیکن ہیمن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے تمام شہریوں کے انسانی حقوق کے احترام کی اپیل کی ہے جو بلوجستان کو اپنا گھر کہتے ہیں۔ ایچ آر سی پی تمام شہریوں کے انسانی حقوق کی بات کرتا ہے جن میں اپنے معاملات پر خود حکمرانی کرنے کا حق بھی شامل ہے۔ کمیشن کو اس بات پر بھی یقین ہے کہ وفاق کی تمام اکائیوں کے مساویانہ حقوق ہونے چاہئیں۔ مئی 2012 میں جائزہ مشن سے قبل ہیمن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے بلوجستان میں چار تحقیقاتی مشن منعقد کئے تھے۔

بلوجستان کے بعض حصوں میں مسلح تصادم کی اطلاعات موصول ہونے کے بعد ایچ آر سی پی کے دو تحقیقاتی مشوں نے دسمبر 2005 اور جنوری 2006 کے دوران صوبے کے مختلف اضلاع کا دورہ کیا۔ دیگر علاقوں کے علاوہ ایک ٹیم نے دسمبر 2005 میں کوہلو کے قریب متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور جنوری 2006 میں جب لڑائی پھیل چکی تھی تو ایچ آر سی پی کی ایک اور ٹیم نے ڈیرہ بگٹی اور سوئی کا دورہ کیا۔ ایچ آر سی پی کی ایک ٹیم نے نواب اکبر بگٹی سے بھی ملاقات کی۔ جو بگٹی قبیلے کے سردار ہیں۔ یہ ملاقات ایک نامعلوم مقام پر ہوئی کیونکہ نواب اکبر بگٹی 30 دسمبر 2005 کو شدید کارروائیاں شروع ہونے کے بعد اپنے گھر سے جا پکھے تھے۔

دیگر سفارشات کی موجودگی میں کمیشن نے 06-2005 میں حکومت کو مشورہ دیا تھا کہ حکومت بلوجستان میں فیصلہ سازی میں عوام کو ایک فریق تصور کرے اور صوبے کو درپیش تمام مسائل حل کرنے کے لیے بات چیت اور مذاکرات شروع کرے۔ سکیورٹی فورسز کو تمام کارروائیوں کے لیے جواب دہ بنائے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا ازالہ کرنے کے لیے اقدامات اٹھائے۔ حکومت کے بارے میں عوام میں جو بدگمانیاں پائی جاتی ہیں اور اس کی معتریت دوبارہ قائم کرنے کے لیے مناسب اقدامات بروئے کار لائے۔ مشوں نے حکام کو خبردار کیا ہے کہ سیاسی مسائل حل کرنے کے لیے طاقت کا استعمال محض حالات کو مزید خراب کرنے کا باعث بنے گا۔¹

2009 میں ایچ آر سی پی کی تمام تر ایکٹو کنسل نے ایک ہفتہ بلوجستان میں گزارہ جس کے دوران اس نے مذہبی اور سیاسی پارٹیوں کے نمائندوں سے ملاقات کی۔ اس کے علاوہ اس نے مختلف اسلامی گروہوں کے رہنماؤں اور دیگر افراد سے بھی ملاقات کی تاکہ ان کے مسائل کا ادراک کیا جاسکے اور سرکاری اہلکاروں کے ساتھ ملاقاتوں کے دوران ان مسائل پر گفتگو کی جائے۔ بلوجستان کے بارے 2011 کے تحقیقاتی مشن کی رپورٹ میں ایچ آر سی پی نے اس حقیقت پر افسوس کا اظہار کیا تھا کہ 2009 کے تحقیقاتی مشن نے جو

1. 'Conflict in Balochistan', report of HRCP fact-finding missions to Balochistan, Dec 2005-Jan 2006,
<http://www.hrcp-web.org/pdf/Conflict%20in%20balochistan--%20Complete.pdf>

2. 'Pushed to the Wall', report of an HRCP fact-finding mission to Balochistan, 2009,
<http://www.hrcp-web.org/pdf/Pushed%20to%20the%20wall.pdf> 3

3. 'Blinked Slide into Chaos', report of an HRCP fact-finding mission to Balochistan, 2011,
http://www.hrcp-web.org/pdf/balochistan_report_2011.pdf

سفرارت مرتب کی تھیں ان پر عملدرآمد نہیں کیا گیا تھا اور انہیں نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ اگر ان سفارارت پر عملدرآمد کیا گیا ہوتا تو افرانفری کے اس رہنمای پر قابو پایا جا سکتا تھا۔

بلوچستان چپڑ آفس کوئٹہ، ٹاسک فورس آفس تربت، اضلاع میں مصروف عمل رضا کار گروہوں اور مختلف افراد اور رسول سوسائٹی کی تنظیموں کی طرف سے کمیشن کو جواطلاءات موصول ہوئیں ان کے باعث 2012 کے اوائل میں ہی یہ بات کھل کر سامنے آگئی تھی کہ بلوچستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا سلسہ جاری و ساری ہے اور تمام متعلقہ فریق ان خلاف ورزیوں میں ملوث ہیں۔

ان حالات میں ایچ آرسی پی کی ایگزیکیوٹو نسل نے فیصلہ کیا کہ صورتحال کا ازسرنو جائزہ لینا از حد ضروری ہے تاکہ نہ صرف یہ کہ حکومت کے حالیہ اقدامات نے جوازات مرتب کئے ہیں ان کا جائزہ لیا جاسکے بلکہ صوبے میں جاری بحران کو حل کرنے کے لیے عوام کے پاس جو تجاویز ہیں ان کو بھی سن جاسکے۔

تحقیقاتی مشن نے ایک ایسے موقع پر بلوچستان کا دورہ کیا جب سپریم کورٹ نے کوئٹہ میں امن عامہ کی صورتحال اور بلوچستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے بارے میں ایک کیس کی ساعت کا فیصلہ کیا۔ عام انتخابات کے انعقاد میں 12 ماہ سے بھی کم کا عرصہ باقی ہے جو بلوچستان میں بڑی سیاسی جماعتوں کو یہ موقع فراہم کر سکتا ہے، بشمول ان قوم پرستوں کے جنہوں نے 2008 کے عام انتخابات کا بایکاٹ کیا تھا کہ وہ صوبے کو درپیش پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے اپنی کوششیں بروئے کار لائیں۔

جب تحقیقاتی ٹیم بلوچستان پہنچی تو نیعم صابر قوقل ہوئے 14 ماہ سے زائد کا عرصہ گزر چکا تھا۔ انہیں کیم مارچ 2011 کو سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق قتل کیا گیا تھا۔ وہ ضلع خضدار میں ایچ آرسی پی کے کور گروپ کو آرڈینیٹر تھے۔ اور پہنچی میں ایچ آرسی پی کے کور گروپ کو آرڈینیٹر صدیق عید و کی گولیوں سے چھلنی لاش ملنے کو ایک سال سے زائد کا عرصہ بیت چکا تھا ان کی گولیوں سے چھلنی لاش 28 اپریل 2011 کو تھی۔ صدیق عید کو 21 دسمبر 2010 کو ان افراد نے اغوا کیا تھا جنہوں نے فرنیز کو کی وردیاں پہن رکھی تھیں۔ وہ کافی عرصہ تک لاپتہ رہے۔ تاہم ایک دن ان کی لاش ملی۔ دونوں کو آرڈینیٹر صاحبان کی انسانی حقوق کے لیے انھک محنۃ اور ان کے بیہمانہ قتل کو ہم بھول نہیں سکتے۔ ایچ آرسی پی کی طرف سے متعلقہ حکام کو متعدد یادہ ہائیوں کے باوجود قاتلوں کی نشان دہی کرنے یا انہیں کپڑے کے سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ جب انسانی حقوق کے معروف محاذین کے ساتھ یہ سب کچھ ہو سکتا ہے اور قاتل آزادی کے ساتھ گھوپھر رہے ہیں تو قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کی عام شہریوں کو تحفظ فراہم کرنے یا مجرموں کو کپڑے کی صلاحیت پر زیادہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

نجم الدین

تحقیقاتی مشن

پاکستان کیشن برائے انسانی حقوق کی چیئرپرsn محمد مزہر یوسف نے بلوچستان جانے والے پانچ روزہ (مئی 15-19) تحقیقاتی مشن کی سربراہی کی۔ تحقیقاتی ٹیم میں صوبائی و اس چیئرپرنسز طاہر حسین خان (بلوچستان)، شیر محمد خان (خیبر پختونخوا) اور امرناٹھ مولوی (سنده) شامل تھے۔ ایچ آر سی پی کی ایگزیکٹو نسل کے ارکان عاصمہ جہانگیر، ظہور احمد شاہوی اور جبیب طاہر، صحافی عارفہ نور اور عامر متین، ناول نویں محمد حنیف اور ماہر تعلیم پروفیسر عزیز الدین احمد شامل تھے۔ ایچ آر سی پی کے سیکرٹری جنگ جناب آئی اے رحمان، حسین نقی اور نجم الدین (ایچ آر سی پی سیکرٹریٹ سے) اور ایچ آر سی پی کے کوئی آفس کے کوآرڈینیٹر فرید احمد بھی تحقیقاتی مشن کا حصہ تھے۔

ٹیم کے ارکان نے کوئی، مستویگ، اور پیشین میں اجلاس منعقد کئے۔ ضلع بولان، چاغی، گودار، ہرنائی، جعفر آباد، جمل مکی، قلات، لسپیلا، مستویگ، نصیر آباد، نوشکی، پنجگور، پسپنی، پیشین، قلعہ عبداللہ، قلعہ سیف اللہ، سبی، تربت، ثواب اور زیارت سے ایچ آر سی پی کو رگروپ کوآرڈینیٹر زکوئیہ تک مشن کے ساتھ گئے اور تحقیقاتی ٹیم کے ارکان کو اپنے اضلاع میں پائی جانے والی صورتحال کے بارے میں مطلع کیا۔ مشن کے ارکان نے ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے شہری سے ملاقات کی۔ بیشمول ارکان ایگزیکٹو، سیاسی جماعتوں کے نمائندے، سول سوسائٹی کی تنظیمیں، گم شدہ افراد کے رشتہ دار، فرقہ وارانہ، نہبی، اور اسلامی اقلیتوں کے ارکان، کاروباری حضرات، صحافی، اساتذہ، طلباء اور سینئر سرکاری حکام جنہوں نے مشن کے ارکان کے ساتھ ملاقات پر رضا مندگی کا اظہار کیا۔ تحقیقاتی ٹیم کے اراکین دیگر افراد کے مقابلہ میں بعض سرکاری حکام سے ملاقات کرنے میں زیادہ کامیاب رہے۔ جن سرکاری حکام کے ساتھ ملاقاتیں منعقد نہ ہو سکیں، ان کے لیے کوششیں ضرور کی گئی تھیں لیکن وہ کوششیں کامیاب نہ ہو سکیں۔ ایچ آر سی پی کی بار بار کی کوششوں کے باوجود بلوچستان کے وزیر اعلیٰ، کوئی میں مقیم مٹڑی کمانڈر اور فرنٹنر کو بلوچستان کے سربراہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔

مشن کی کوئی میں آمد

گمشدہ افراد کے خاندانوں کی ابتلا

تحقیقاتی ٹیم کے ارکان نے گمشدہ افراد کے خاندانوں سے ملاقات کی جن میں سے زیادہ تر بلوچستان کی صورتحال کے بارے میں سپریم کورٹ میں دائر پیشیں کے سلسلے میں کوئی آئے ہوئے تھے۔ عدالت عظمی جری گشہ گیوں کے واقعات کا بھی جائزہ لے رہی تھی۔ اس

گروپ کے متعدد افراد چیف جسٹس پر ہمکھلا تقدیم کر رہے تھے۔ جبکی طور پر غائب کرنے جانے والے بعض افراد کے رشتہ داروں نے کہا کہ عدالت عظمی نے گم شدہ افراد کی بازیابی کے لیے زیادہ تکلیف نہیں اٹھائی اور دیگر نے اس رائے کا اظہار کیا کہ عدالت جو کام آج کر رہی ہے اسے یہ کام کئی سال پہلے کر لینا چاہئے تھا۔ انہوں نے ان توقعات کے بارے میں گفتگو کی جو انہیں چیف جسٹس سے وابستہ تھیں۔ اگرچہ سپریم کورٹ سے نہیں..... حتیٰ کہ یہ تین رکنی سپریم کورٹ نے تھا اور کوئی میں فرانس سر انجام دے رہا تھا۔

سپریم کورٹ کیس میں جو پیش رفت ہوئی گم شدہ افراد کے خاندان والے اس سے مطمئن نہیں تھے۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ انہیں ایچ آر سی پی سے مزید مدد کی ضرورت ہے۔ اس بات کی وضاحت کی گئی کہ کوئی میں سپریم کورٹ ایک اور پیشیں کی سماught کر رہی تھی جو بلوجستان کی صورت حال کے بارے میں تھی جس میں جبکی گم شدگیاں ایک ایسا معاملہ تھا جو سپریم کورٹ کے زیر سماught تھا۔ متعدد معاملات میں سے ایک متعدد معاملات میں سے ایک گم شدہ افراد کے خاندان والوں نے کہا کہ وہ کیس کی سماught کے موقع پر عدالت میں باقاعدگی کے ساتھ آتے تھے لیکن انہیں وکلاء کی ضرورت تھی۔ انہیں مطلع کیا گیا کہ ایچ آر سی پی اس پیشیں میں فریق نہیں تھی جس کی سماught کوئی میں ہو رہی تھی۔ یہ پیشیں اس سے مختلف تھی جو ایچ آر سی پی نے 2007ء میں سپریم کورٹ میں دائر کی تھی اور جو گم شدہ افراد کی بازیابی کے بارے میں تھی۔ تاہم ایچ آر سی پی نے متاثرہ خاندانوں کو دو سینئر وکلاء کی خدمات پیش کیں۔ اس پیشیں کے لئے جس کی سماught کوئی میں جاری تھی۔ زیادہ تر خاندانوں کے رشتہ دار اتنے طویل عرصہ سے لاپتہ تھے کہ انہیں عدالت کی کارروائی کے دوران ہہمنہ، دیرینہ یا قدیم مقدمات کہا جاتا تھا۔

خاندان والوں نے مقدمات کی سماught کے سلسلے میں کوئی اور اسلام آباد تک سفر کرنے میں مشکلات کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ ائمیں جس ایجنسیوں کے ارکان انہیں ہر اساح کرتے تھے۔ فرزانہ بلوج، جس کا بھائی غائب ہے نے بھی کہا کہ اس کے لئے سفر کرنا بہت مشکل تھا کیونکہ گھر کی دیکھ بھال کرنے کے لیے کوئی دوسرا شخص موجود نہیں تھا۔

مجموعی طور پر ان سب کا یہ خیال تھا کہ سپریم کورٹ کی سماught نے کچھ زیادہ حاصل نہیں کیا کیونکہ وہ لوگ جو سماughtوں کے بعد ظاہر ہو گئے تھے انہیں کسی نامعلوم جگہ پر آدمی رات کے وقت رہا کیا جاتا تھا اور ان میں سے کوئی بھی ان حکام کے ذریعے عدالت میں پیش نہیں کیا جاتا تھا جنہیں عدالت ایسا کرنے کے لیے کہتی تھی۔ وہ نہیں سمجھتے تھے کہ ایسی پیشی کا کریڈٹ (نیک نامی) عدالت کو جائے گا۔ خاندان کے ارکان نے بتایا کہ لاپتہ افراد کی لاشوں کی برآمدگی کے منسکے کو سنجیدگی سے نہیں لیا جا رہا۔ بعض خاندانوں نے بتایا کہ اگر سپریم کورٹ نے کوئی میں مقدمے کی سماught پہلی کی ہوتی تو اتنی گلی سڑی لاشیں سڑکوں کے کنارے پڑی نہ ملتیں۔ ایک صحافی خالد مینگل کو مبینہ طور پر نوٹکی پولیس نے غواہ کر لیا اور اسے ایک ائمیں جس ایجنسی کے پر درکرد گیا۔ رپورٹ کے مطابق پولیس نے پوچھ گچھ کے لئے پانچ اڑکوں کو بولا بھیجا تھا۔ خالد مینگل ان میں سے ایک تھا اور خالد کے علاوہ سب کو گھر واپس جانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ عدالت نے تین بار ہدایات جاری کیں کہ خالد کو اس کے رو برو پیش کیا جائے لیکن حکام نے عدالتی احکامات پر عملدرآمد کرنے سے گریز کیا۔ خاندان کے ارکان نے مطالبات کیا تھا کہ نوٹکی پولیس کو بھی تعقیش میں شامل کیا جائے۔ خالد کے والد نے شرکاء اور تحقیقاتی ٹیم کے ارکان سے کہا کہ وہ ذرا تصور کریں کہ ایک صحافی کو ایجنسیوں کے خلاف مقدمہ کی پیروی کرنے میں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک نوجوان حافظ سعید جو جولائی 2003ء میں کوئی میں لاپتہ ہو گیا تھا کا والد نے ایچ آر سی پی تحقیقاتی مشن کے ان تمام اجلاس میں موجود تھا جو گزشتہ چند برسوں کے دوران لاپتہ افراد کے خاندانوں

4- بلوجستان میں ایچ آر سی پی کے تقویں کردہ جبکی گم شدگیوں کے واقعات بارے معلوم کرنے کے لیے شیمہ ۱۷ املاحت کریں

کے ساتھ منعقد کئے گئے تھے۔ اس نے کہا کہ وہ یہ سب کچھ اس امید پر کر رہا تھا کہ کوئی شخص یا ادارہ اس کا بیٹا تلاش کرنے میں اس کی مدد کرے گا اور اسے امید تھی کہ وہ زندہ ہے اور ایک دن اس کے پاس واپس آئے گا۔

حافظ سعید کے ساتھ 2003 میں غائب ہونے کے بعد کیا بتی۔ اس کے خاندان کو اس حوالے سے مختلف تفصیلات بتائی گئی تھیں۔ پہلے تو حکام نے اس بات کو تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا کہ حافظ سعید کسی گورنمنٹ ایجنسی کی تحویل میں ہے۔ اس کے بعد یہ بتایا گیا کہ ایک بم دھماکے کے نتیجے میں اس کی موت واقع ہو چکی ہے۔ حکام کے مطابق یہ دھماکہ اسی روز ہوا تھا جس دن حافظ سعید غائب ہوا تھا۔ اگرچہ وہ دھماکے کے کافی روز بعد گھر سے باہر گیا تھا۔ خاندان والوں کو ایک لاش بھی دکھائی گئی لیکن انہوں نے کہا کہ یہ حافظ سعید کی لاش نہیں ہے۔ بلوچستان ہائی کورٹ میں اس بات کو تسلیم کیا گیا کہ حافظ سعید اٹلی جنس ایجنسیوں کی تحویل میں تھا اور عدالت میں دیئے جانے والے دوسرے بیان میں یہ کہا گیا کہ ایک دہشت گرد ہونے کی پاداش میں اسے 25 سال کی قید سنائی گئی تھی اور وہ ضلع گوجرانوالہ کی ایک جیل میں بندھا۔ اسے اس جیل خانے میں بندہ نہیں پایا گیا تھا۔ آخر میں حکام نے ایک بار پھر یہ کہا کہ حافظ سعید جولائی 2003 کے دھماکے میں ہلاک ہو گیا تھا۔ اور اس کی لاش خاندان والوں کو دکھائی گئی تھی اور دفن کر دی گئی تھی۔ حافظ سعید کے والد کو اس بات کا علم تھا کہ جس لاش کو قبر میں دفن کیا گیا تھا وہ اس کے بیٹے کی لاش نہیں تھی لیکن حکام کو مطمئن کرنے کے لیے وہ ڈی این اے ٹیسٹ پر راضی ہو گیا۔ ٹیسٹ نے حافظ سعید کے والد کی بات کو سچ کر دکھایا۔

میں بول بول کر اور رو رو کر تنگ آچکا ہوں۔ ایک ہی کہانی بار بار سنا کر۔ اگر نہ ہب خود کشی کرنے سے نہ روکتا میں نے خود کشی کر لینی تھی۔ عدالت سالہا سال سے ہمارا مقدمہ سن رہی ہے لیکن میرا بیٹا بھی تک مجھے نہیں ملا۔ میں تو کبھی کسی سکول میں نہیں کیا۔ میں چیف جسٹس کے ساتھ کیسے بات کر سکتا ہوں۔ ایک گمشدہ شخص کا والد

خاندان کے اراکان نے اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کے چھینے یا اٹھائے جانے کے بارے میں بڑے کرب اور افسوس کے ساتھ بتایا۔ جو بعض واقعات میں اپنے خاندانوں کے واحد روٹی کمانے والے تھے۔ گم شدہ افراد کے بچوں کو اپنی تعلیم کا سلسہ منقطع کرنا پڑا تھا تاکہ وہ اپنے خاندانوں کو سہارا دے سکیں۔

خاندان کے اراکان نے بتایا کہ تین مختلف مقامات پر اور تین مختلف عدالتوں میں مقدمات کی پیروی نے ان کے مسائل میں اضافہ کیا ہے۔ مقدمات کی ساعت میں شریک ہونے کے لیے لوگ دور دراز اور مختلف علاقوں سے آتے تھے۔ کیونکہ اس کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ ایک کیس میں وکیل کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ عدالت نے دیگر دو مقدمات میں کیا احکامات جاری کئے تھے۔ خاندان والوں نے بتایا کہ اتنی آرسی پی اور دیگر پیشہ فرماں کی طرف سے دائر کر دہ بنا یاد پیشہ فرماں کی ساعت ایک سال تک منعقد نہیں ہوئی تھی (یہ پیشہ جری گمشد گیوں کے خلاف دائر کی گئی تھی)۔ وکیل نے جلد ساعتیں منعقد کرنے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ جری گمشد گیوں کے مختلف مقدمات کو یک جا کیا جائے۔ مقدمات بھگتا نے کے لیے، بہت زیادہ رقم اور نقدی کی ضرورت تھی کیونکہ کوئی اور اسلام آباد کے درمیان فاصلہ ہی بہت ہے، حتیٰ کہ صرف بلوچستان میں ہی۔ وکلاء خوف زدہ رہتے تھے اور پیشہ اکثر ٹھیک طرح بولتے بھی نہیں تھے اور نہ ہی وہ حکومتی دعوؤں کو چنچ کرتے تھے۔ تازہ ترین اکواڑی کمیشن جو جری گمشد گیوں کی تحقیقات کے لیے قائم کیا گیا تھا، نے آٹھ ماہ تک بلوچستان کا دورہ نہیں کیا تھا۔ جو ڈیش

5۔ ضمید 7 ملاحظہ کریں

آبادکار کیمیٰ کے افراد اینے ساتھ ہونے والے مظالم سے آگاہ کر رہے ہیں

کمیشن کے سربراہ کوتمن بارتبدیل کیا گیا تھا۔ پہلے سے قائم کردہ انکوارری کمیشن کی روپورٹ میں متاثرہ افراد کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا گیا تھا اور انہیں معاوضہ ادا کرنے کی سفارش کی گئی تھی، ایک گمshedہ شخص کی بہن نے کہا۔ ”ہمیں اپنے گمshedہ عزیز و اپس چاہئیں۔ ہم معاوضے پر تھوکتے ہیں۔“ خاندان کے ارکان نے بتایا کہ جبri گمshedگیوں کے بیشتر واقعات میں سرکاری ایجنسیاں صاف طور پر ملوث تھیں۔ انغواء کرنے والے افراد نے جو وردياں پہن رکھی تھیں، وہ جو گڑیاں استعمال کرتے تھے اور وہ گاڑیاں کہاں جاتی تھیں، ان تمام باتوں سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ ان واقعات میں سرکاری ایجنسیاں ملوث تھیں۔ خاندان کے ارکان نے بتایا کہ جن گواہوں نے ان مقدمات میں گواہی دی تھی انہیں اس بات کا خدشہ تھا کہ انہیں بھی نشانہ بنایا جائے گا۔ جن افراد کو رہا کیا جاتا تھا انہیں دھمکیاں دی جاتی تھیں۔ انہیں عدالت کے ذریعے رہائی ملنی چاہئے تھی۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ اگر اگر فرنٹیئر کا نشیلری گمshedہ شخص کو کسی دوسرا ایجنسی کے حوالے کر دیتی ہے تو اس سلسلے میں عدالت کو مطلع کرنا چاہئے۔ اگر انہیں اس بات پر اصرار ہے کہ وہ لوگوں کو انغواء کرنے میں ملوث نہیں تھے تو ان سے پوچھا جائے کہ ان کی وردياں پہن کر لوگ یہ کام کر رہے تھے اور ایسے افراد کو پکڑنے کے سلسلے میں فرنٹیئر کا نشیلری نے اب تک کیا کیا ہے اور یہ کہ وہ کس کام کی تجوہ لیتے ہیں۔

جو برادریاں مذہبی عقائد کی بنابر عدم تحفظ کا شکار ہیں

ایچ آری پی مشن نے مذہبی اقلیتی برادریوں کے نمائندوں کے ساتھ تفصیلی گفتگو کی اور اس امر کا ادراک کرنے کے لیے آیا کہ اس تناظر میں کوئی رجحان ثابت بھی ہے ان سے رہنمائی کی درخواست کی۔ ہزارہ برادری کے ارکان کے خلاف ڈھائے جانے والے مظالم بحث میں سرفہرست تھے اور حتیٰ کہ غیر مسلم برادریوں کے ارکان نے بھی ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔

☆ 1999 سے ہزارہ برادری کے ارکان کو جن حالات کا سامنا ہے۔ اس کی مثال شاید پاکستان میں نہیں ملتی۔ دیگر چند ایک برادریوں کو ہی ان کے مذہبی عقائد کی بنا پر اتنے مظالم اور بربریت کا نشانہ بنایا گیا ہوگا۔ ہزارہ برادری کے ارکان کی ہلاکتیں شیعہ سنی فسادات کرانے کی کوشش معلوم ہوتی ہیں۔ ہزارہ برادری کے افراد نے تقریباً 99 فیصد دفعہ ایسا ہونے کی اجازت نہیں دی۔ برادری کے بزرگوں نے نوجوانوں کو ٹھنڈا کیا اور انہیں جر و تشدیک کا رروائیوں سے دور رکھا لیکن انہیں اس بات کا خدشہ تھا کہ ایک دن ہزارہ برادری کے افراد کو دفاتر کران کے صبر کا پیانہ لبریز ہو جائے گا اور انہیں کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے گا۔ خداخواستہ اگر ایسا ہو جاتا ہے ”تو پاکستان کے دشمنوں کا خواب پورا ہو جائے گا“

☆ ہزارہ برادری کے افراد کو لوار الائی اور ژوب سے نکالا گیا تھا اور 1999 سے آج تک تقریباً 800 اور فروری 2008 سے مئی 2012 تک جمہوری حکومت کے دوران کم از کم 550 ہزارہ مارے جا چکے ہیں۔ یہ ایک تباہ کن حقیقت ہے، اس بات کو منظر رکھتے ہوئے کہ ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والے افراد کی تعداد تقریباً پانچ لاکھ ہے۔ ہزاروں زخمی ہوئے تھی اور ان میں سے تقریباً نصف زندگی بھر کے لیے معدود ہو گئے تھے۔ دسمبر 2010 میں یوم القدس کے موقع پر ہزارہ افراد کی ایک ریلی پر حملہ کے نتیجے میں ایک سو سے زائد افراد مارے گئے تھے اور 250 سے زائد زخمی ہوئے تھے۔ بلوجستان یونیورسٹی میں 300 ہزارہ طلباء نے خوف و ہراس کی وجہ سے کلاسوں میں جانا بند کر دیا تھا۔

☆ ہزارہ قبیلے کے افراد کی ٹارگٹ کنگ کے سلسلے میں تقریباً نصف درجن افراد کو گرفتار کیا گیا اور ان میں چند ایک کو انسداد و ہشت گردی کی عدالتوں نے سزا میں بھی سنا کیں۔ ایک سزا یافتہ مجرم نے مجسٹریٹ کے رو برو کہا کہ اس نے ہزارہ قبیلے کے افراد کو ہلاک کیا تھا اور اگر اسے موقع ملا تو وہ ہزارہ قبیلے کے مزید افراد کو ہلاک کرے گا۔ سزا پانے والے افراد جیلوں میں آرام دہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ انہیں وہی آئی پیڑیٹھنٹ دیا جاتا تھا۔ (ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا تھا جیسے وہ بہت اہم شخصیات ہیں۔) انہیں ٹوی سیٹس اور سیل فون فرائم کئے جاتے تھے۔ ایسے واقعات بھی نوٹس میں آئے کہ سزا یافتہ مجرمان نماز پڑھا رہے تھے اور پولیس اہلکاران کی امامت میں نماز ادا کر رہے تھے۔

☆ 200 میں دو ٹارگٹ کلرز (قاتل) عثمان سیف اللہ اور شفیق رندکوئٹ میں واقع انسداد و ہشت گردی فورس کی جیل سے فرار ہو گئے۔ کوئی تالہ، دروازہ یا کھڑکی نہیں ٹوٹی تھی۔ ہزارہ قبیلے کے افراد نے اس واقعہ کی بہت تشویہ کی لیکن کوئی انکو اتری منعقد نہیں کی گئی۔ فرنئیر کا نشیبری اور پولیس کی صفوں میں کاملی بھیڑیں ہیں۔ جب تک ان سے نجات حاصل نہیں کی جاتی، بہتری کی کوئی امید نہیں کی جاسکتی۔

☆ ہزارہ برادری کے افراد نے اپنی داستان قلم بند کرنے کے لیے ایک کتاب مرتب کی ہے جس میں تشدد کے مختلف اسلوب کا ذکر ہے اور ان اقدامات کا ذکر ہے جو سزا سے انتہی کو ختم کرنے کے لیے اٹھائے جانے چاہئیں۔ ہلاکتوں کا سلسلہ جzel ضیاء کے دور میں شروع ہوا تھا (1988-1977)۔ اس سے قبل ایسا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا تھا۔ کتاب ان عناصر کی نشان دہی کرتی ہے جو ہزارہ برادری کے افراد کو قتل کرتے ہیں۔ سعودی عرب کی فنڈنگ اور تربیت اور مدارس میں فرقہ پرسی کی ترویج و ترقی کا ذکر ہے۔ مقصد یہ تھا کہ ہزارہ قبیلے کے افراد کو مدد و مقید کیا جائے جو چھوٹے گروہوں یا علاقوں میں بٹ چکے تھے۔ درحقیقت ایسا ہے ہی

ہو چکا ہے۔ وہ کوئی میں سریاب روڈ پر آزادانہ چل پھر نہیں سکتے۔

☆ ایران جانے والے زائرین کا قتل عام یوٹیوب پر دیکھا جاسکتا ہے۔ ایران جانے والے راستے کو زائرین کی خاطر محفوظ بنانے کی ضرورت ہے۔ سیاسی اور مذہبی تیظیں عام طور پر شیعہ زائرین پر حملوں کی نمذمت کرتی ہیں اور غیر مسلموں نے بھی احتجاجی ریلیوں میں شرکت کی ہے۔

گزشتہ برس زائرین سے بھری ہوئی ایک بس کوئی میں سریاب روڈ پر دیکھا جاسکتا ہے۔ سات چیک پوسٹیں عبور کرنے کے بعد اور اگلی چیک پوسٹ سے 200 میٹر دور بس کو مستونگ میں مسلح افراد نے روک لیا۔ 24 ہزارہ مردوں اور لڑکوں کا ایک ظار میں کھڑا کیا گیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ان تمام افراد کو ہلاک کرنے میں صرف پانچ منٹ صرف ہوئے۔ خواتین اور بچوں کو یہ خونی منظر دیکھنے کا حکم دیا گیا۔ ایسا حتیٰ کہ روائیا میں بھی نہیں ہوتا۔ ہم تمام لوگوں سے ملے ہیں۔ پولیس ٹیشن ہاؤس آفیسرز (ایس ایچ او) سے صدر اور وزیر اعظم تک..... اور ان کے درمیان جو لوگ بھی آتے ہیں ان سے بھی۔ یہ میٹنگیں (ملاقاں) گھنٹوں تک جاری رہیں۔ ان افراد نے ہمارے ساتھ ہمدردی کی اور مدد کا وعدہ کیا لیکن کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ سیاسی جماعتیں صرف فاتحہ خوانی کے لیے ہمارے ساتھ شامل ہو جاتی ہیں اور اس کے بعد چلی جاتی ہیں۔ عوام کو اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے مجبور کیا گیا ہے کہ ریاست انہیں مرداری ہے۔ اگر لوگوں کو چیک پوسٹوں کے سامنے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے تو آپ کیا نتیجہ اخذ کریں گے۔ ہم نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا۔ ہم پاکستان کے خلاف نہیں ہیں اور صرف ان حقوق کا لقانعہ کرتے ہیں جن پر تمام انسانوں کا حق ہے۔“ ہزارہ برادری کا ایک رہنماء

☆ پاکستان کا آئینہ زندہ رہنے اور مذہبی آزادی کے حق کی ممانعت فراہم کرتا ہے۔ اگر یہ دونوں حقوق دستیاب نہیں ہیں تو ریاست اپنی آئینی ذمہ داری پورا کرنے میں ناکام ہو گی ہے۔

☆ مذہبی اور فرقہ وارانہ اقلیتوں نے حکومت اور سیاسی اور مذہبی جماعتوں سے اپیل کی کہ وہ انہیں تحفظ فراہم کرنے کے لیے ایک چارٹر مرتب کریں۔

پکھلش تقسیم کے جارہے تھے کہ ہزارہ برادری کے افراد، بریلویوں، ہندوؤں اور مسیحیوں کا قتل جائز ہے۔ لشکر جہانگوی مصروف عمل تھا کیونکہ کوئی نہ کوئی قوت اس کی حفاظت کرتی تھی۔ وہ افراد جو دیواروں پر پوسترز چیپاں کرتے تھے اور پکھلش بانٹتے تھے، دننا تے پھرتے تھے کیونکہ کوئی نہ کوئی قوت ان کی حفاظت پر مأمور تھی۔ اگر ہزارہ قبیلے کے افراد لشکر جہانگوی کے خلاف پوسترز چیپاں کرتے تھے تو انہیں عکسیں متوجہ کی دھمکیاں دی جاتی تھیں اور انہیں وہ متوجہ بھگلتانا بھی پڑتے تھے۔

شیعہ مسک کے افراد سعودی عرب، بھارت اور دیگر ممالک میں رہتے ہیں۔ پاکستان ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں شیعہ حضرات نہ تو مسجد میں حفظ ہیں نہ مارکیٹ میں، صرف پاکستان ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں شیعہ مسلمانوں کو اللہ کے نام پر قتل کرنے کے لیے کہا جاتا ہے اور انہیں جنازے کے بغیر دفن دیا جاتا ہے۔ ان کے جسم کو عسل بھی نہیں دیا جاتا اور اسے کفن بھی نہیں پہنایا جاتا۔ ایک شیعہ عالم دین

☆ بلوجستان میں ایک سو سے زائد ہندوؤں کو غواہ کر لیا گیا ہے۔ اکثریت کوتاوان وصول کرنے کے بعد رہا کر دیا گیا۔ جوتاوان کی رقم ادا نہیں کر سکتے تھے انہیں قتل کر دیا جاتا تھا اور ان کی لاشوں کو پھینک دیا جاتا تھا۔ ایک 22 سالہ ہندو کو قتل کر دیا گیا کیونکہ اس کے والدین تاوان کی رقم ادا نہیں کر سکتے تھے۔ کوئی سرکاری افسر یا الہکار انہیں تسلی دینے نہیں آیا۔ ہندو اپنے گھروں سے باہر نہیں

نکل سکتے تھے۔ ان کی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ مذہب کی تبدیلی کے واقعات بھی دیکھنے میں آئے اگرچہ ان میں کوئی نیا واقعہ نہیں تھا۔ چھوٹے شہروں میں ہندوؤں کو بھتہ ادا کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔

☆

ہندوؤں کی آبادی کا پانچواں حصہ بلوچستان سے چلا گیا ہے۔ باقی اس لینہیں جاسکتے تھے کیونکہ وہ بہت غریب ہیں۔ ہندویہ نہیں کر سکتے تھے کہ جو کچھ ان کے پاس ہے اسے پاکستان میں چھوڑ کر چلے جائیں۔ کون اپناوطن چھوڑ ناپسند کرتا ہے۔ ہندوؤں کو دھکے دے کر اپنے وطن سے نکالا جا رہا ہے۔ وہ ہزارہ براذری کے افراد کی طرف دیکھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہزارہ قبیلے کے افراد کے دکھان کے دکھوں سے کہیں زیادہ ہمیں۔

آبادکاروں کی شکایات

لسانی شناخت کی بنیاد پر متاثرہ افراد اور زیادتی کے مرتكب افراد کی من مانی درجہ بندی نے صدیوں سے بلوچستان میں رہنے والے خاندانوں اور براذریوں کو ”آبادکار“ بنا دیا ہے جنہیں خوف و هراس کا نشانہ بنانے اور قتل و غارت کے لیے ”درست ہدف“ تصور کیا جاتا ہے۔ پنجابیوں، سندھیوں یا اردو بولنے والے آبادکاروں کے مسائل اکثر ویشتر صوبے میں عمومی آوریش کی موجودگی میں ماند پڑے رہتے ہیں۔ نام نہاد آبادکار گروہ کوئی نہ اور بلوچستان کے پختون اکثریتی علاقوں میں سکڑ کر رہ گئے تھے۔ ”ہم نے خود کو کبھی دوسروں سے کم تر تصوّر نہیں کیا تھا۔ جو بلوچستان کو اپنا گھر کہتے ہیں لیکن اب ہم پر ایک لیبل چسپاں کر دیا گیا ہے۔“ یہ الفاظ ایک تاجر کے ہیں جب تحقیقاتی مشن کے ارکان نے کوئی نام نہاد آبادکار براذریوں کے نمائندوں سے ملاقات کی۔ انہوں نے اتنی آرسی پی کے ساتھ درج ذیل خیالات کا اظہار کیا۔

☆

آبادکاروں کو کوئی میں پیش آنے والی مشکلات، ان مشکلات سے مختلف تھیں جو انہیں شہر کے باہر پیش آتی تھیں۔ متعدد آبادکاروں کے بلوچستان میں کاروبار تھے جنہیں دھمکیوں کی وجہ سے نقصان پہنچا تھا اور دوسروں کے لیکنیکل افراد کراچی، لاہور وغیرہ سے بلوچستان نہیں آنا چاہتے تھے۔ ایک ٹھیکیدار نے کہا وہ اب سڑک پر کھڑا ہو کر کنسٹرکشن ورک (تعمیراتی کام) کی گمراہی نہیں کر سکتا۔ بعض کام جو صرف آبادکاری کرتے تھے اب نہیں ہو رہے تھے۔ کارپیٹیز کامنا مشکل تھا، بڑھیوں (لکڑی کے کام کے ہر مندا فراود) کامنا مشکل تھا۔

☆

پہلے بھی صورت حال بہتر تو نہیں تھی لیکن حالات اتنے خراب کبھی نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی صورت حال کبھی اتنا بگڑی تھی لیکن نواب اکبر گنڈی کے قتل کے بعد حالات خراب ہونا شروع ہو گئے۔ اگر صوبے میں امن و امان ہوتا تو کسی آبادکار کو کسی دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ قتل ازیں بدترین دھمکی قتل کرنے کی دھمکی تھی۔ اب لوگوں کوتاوان کے لیے بھی اغوا کیا جاتا ہے۔ ہر جگہ چوبیں گھنٹے سکیورٹی برقرار نہیں رکھی جاسکتی۔

☆

بڑی بڑی سیاسی جماعتوں نے آبادکاروں کی ہلاکتوں کی طرف کسی عمل کا اظہار نہیں کیا، مساویے پختونخواہی عوامی پارٹی کے، جس نے آبادکاروں کے خلاف طاقت کے استعمال کی مدد ملت کرنے کے لیے جلوس نکالے لیکن چونکہ وہ ایک اپوزیشن پارٹی تھی اور ایکشن کا بائیکاٹ کیا تھا لہذا حکومت کے ایوانوں میں اس کی آواز کہیں سنی نہیں جاتی۔

6 'The Shia Hazara of Pakistan A community Under Siege', April 2012, Minority Support Pakistan, http://minoritysupportpakistan.org.arohalabs.net/The_Hazara_Shia_of_PakistanvApril_16_edited.pdf

سیاسی جماعتوں کے نمائندگان صورت حال کو نزول کرنے میں حکومتی ناکامی کو تقدیم کا نشانہ بارہے ہیں

- ☆ آبادکاروں کے خلاف تشدد کی کارروائیوں کی خبریں صرف کوئی کے اخبارات میں شائع ہوتی ہیں اور صوبے کے باہر نہیں۔
- ☆ بلوجتان اپنی ترقی پسند اور لبرل روایات کے لیے مشہور تھا۔ امن و امان کے مسائل کہیں بھی پیدا ہو سکتے تھے لیکن کوئی ہمیشہ پر امن اور پر سکون رہتا تھا۔ صورت حال میں بگاڑ آنے کی کمی وجود ہات ہیں۔ ایک وجہ تو مالی ہو سکتی ہے اور دوسری وجہ دیگر ممالک کی صوبے میں دچکپی۔
- ☆ آبادکاروں کو دہرا مظالم برداشت کرنا پڑا۔ انہیں بلوجستان میں ملازمتیں نہیں دی جاتی تھیں، جہاں کوئہ سسٹم متعارف تھا۔ انہیں صوبے کے دیگر لوگوں کی طرح متعدد جو ہات کی بنابر نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ کالجوں، یونیورسٹیوں میں داخلے کے وقت پہلا حصہ مقامی افراد کا تھا، اور اس کے بعد ڈویسائیل ہولڈرز کا۔ کوئہ سسٹم 950 متعارف کیا گیا (دس برسوں کے لیے) لیکن یہ سسٹم آج تک رانج ہے۔ کوئہ سسٹم کا یہ جواز پیش کیا جاتا تھا کہ آبادکار بہتر تعلیمی سہولیات سے مستفید ہوتے تھے اور ان کا تعلیمی پس منظر بہتر تھا۔ لیکن اب یہ معاملہ یوں نہیں ہے۔ حالات کوٹھیک کرنے کے لیے کوششیں کی گئیں لیکن کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ جب نام نہاد پنجابی آبادکار پنجاب والپس چلے گئے تو انہیں بتایا گیا کہ وہ پنجاب کے شہری نہیں اور اپنے میرٹ پر مقابلے میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ آبادکاروں کو انتخابات سے بھی کوئی امید وابستہ نہیں تھی۔ انہیں امید تھی کہ وہی لوگ دوبارہ منتخب ہو جائیں گے اور اسی طریقے سے حکومت کریں گے جس طریقے سے اب کر رہے ہیں۔

بلوچستان میں مسائل کی اتنی بھرما تھی کہ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ صوبے میں کیا ہورہا ہے۔ اگر بارڈر کے پار کوئی واقعہ ہوتا ہے تو کوئی میں ٹارگٹ کنگ شروع ہو جاتی ہے۔ اب ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے..... دیوبندی، مذہبی سکالرز کو ہلاک کیا جا رہا ہے۔ ڈیڑھ سال کے عرصہ میں تقریباً 12 سکالرز کو ہلاک کیا جا چکا ہے۔

اگر ایک یکٹاوہر ماحت عدیہ کر پڑ نہ ہوتے تو تھیاروں کی آزادانہ گردش اور کاروبار کو 24 گھنٹوں میں روکا جا سکتا تھا۔ سمجھی لوگ جانتے ہیں کہ تھیار چن کے راستے سے آتے تھے۔ تمام چیک پوسٹوں کے دام مقرر تھے۔

کسی حکومت نے بلوجستان کو ترقی دینے کے حوالے سے سنجیدگی اور ابتدگی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ امن و امان کی عدم موجودگی میں نہ ہی سرمایکاری ہو سکتی ہے، نہ ہی کوئی صنعت قائم ہو سکتی ہے اور نہ ہی لوگوں کو ملازمتوں کے موقع دستیاب ہو سکتے ہیں۔

حتیٰ کہ وہ آبادکار جنہوں نے بلوج خاندانوں میں شادیاں کی تھیں، ہلاک کر دیے گئے ہیں۔ ایسے بھی لوگ ہیں جن کے خاندان 1920 کی دہائی میں بلوجستان میں آباد ہوئے تھے..... بھارت کے اتر پردیش جیسے صوبوں سے..... انہوں نے اپنے ماں سے ہر قسم کا رشتہ ختم کر دیا۔ ہم نے بلوجستان کے لیے خدمات سرانجام دی ہیں۔ آبادکاروں نے سندھ یا پنجاب میں ایک پیسے کی سرمایکاری نہیں کی اور نہ ہی وہاں کوئی خدمات سرانجام دی ہیں۔ کوئی نیا گرد نواح میں تعلیم حاصل کرنے والے تقریباً 2,000 آبادکار بچے یہاں سے چلے گئے ہیں۔ اندر وون بلوجستان سے تمام آبادکار چلے گئے ہیں۔ صرف وہی لوگ جو کسی دوسری جگہ نہیں جاسکتے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کی جڑیں بلوجستان میں ہیں، وہ اپنے گھر بارچپوڑ کر کسی دوسری جگہ منتقل نہیں ہوئے۔ ڈاکٹر، وکلا، اساتذہ، تاجروں، ڈاکٹریٹ کی انساد کے حامل افراد، سب چلے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض کھاتے پیتے بلوج بھی لاہور اور دیگر شہروں میں چلے گئے ہیں۔ اگر بلوج اور پختون امیر طبقات کے بچے یہاں نہیں پڑھ سکتے تو آپ تصوّر کر سکتے ہیں کہ آبادکاروں کو درپیش صورت حال کیسے ہو گی۔ حتیٰ کہ تین سال کے بچوں سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ ان کا تعلق کس پختون یا بلوج قبیلے سے ہے۔

متعدد بلوجی اب بھی آبادکاروں کی طرف کوئی بغرض یا عداوت نہیں رکھتے جو مقامی لوگوں کے دکھ، درد اور خوشیوں میں شریک ہوتے ہیں لیکن ہم نے ایسا امتیازی سلوک پہنچنے دیکھا تھا۔ نفرت کا ماحول 1980s میں اور روس، افغانستان جنگ کے بعد پیدا ہوا تھا۔ 2000 میں یہ نفرت مزید پھیل گئی اور نواب اکبر گٹی کے قتل کے بعد حالات تیزی سے خراب ہونا شروع ہو گئے۔ ہم نے سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں سے بات چیت کی ہے جو صوبے اور ملک میں پائی جانے والی مجموعی صورت حال کا حوالہ دیتے ہیں۔ صرف پختونخوا ملی عوامی پارٹی نے یہ مسئلہ اٹھایا۔ اگر حکومت کی خواہش اور مرغی ہوتی کئی راستے نکل سکتے ہیں لیکن صورت حال میں بہتری لانے کے لیے حکومت نے کوئی کوشش نہیں کی اور نہ ہی اس سلسلے میں کوئی عملی اقدامات اٹھائے ہیں۔ جب آبادکاروں کو قتل کیا جاتا ہے تو مقدمے درج کر لیے جاتے ہیں لیکن آج تک کسی کو گرفتار نہیں کیا گیا۔..... ایک آبادکار

سیاسی جماعتوں کا موقف

انج آرسی پی مشن نے کوئینہ میں سیاسی جماعتوں اور طلباء تنظیموں کے نمائندوں سے ملاقات کی تاکہ ان کو درپیش مسائل اور بلوجستان کے بحرانوں کے حل بارے ان کے خیالات سے آگاہی حاصل کی جاسکے۔ عوامی پیشفل پارٹی (اے این پی)، بلوجستان پیشفل پارٹی (بی این

پی)، بیشتر پارٹی (این پی)، جماعت اسلامی (جے آئی)، ہزارہ ڈبکر یونیورسٹی (اتچ ڈبک پارٹی) پختونخواہی عوامی پارٹی (پی کے ایم اے پی) اور پاکستان تحریک انصاف کے نمائندے مینگ میں شریک تھے۔ بلوج اسٹوڈنٹس آرگانائزیشن (بی ایس او)، پاکستان اسٹوڈنٹس آرگانائزیشن (پی ایس او) اور پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن (پی ایس ایف) کے رہنماء بھی موجود تھے۔ زیادہ تر سیاستدانوں نے صوبائی حکومت کی کرپشن اور نا اہلی کے بارے میں شکایتیں کیں۔ کسی نے بھی حکومت کی کارکردگی کے بارے میں کلمہ خیر نہیں کہا۔ قوم پرست جماعتوں کے زیادہ تر نمائندوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ گزشتہ ایکشن کا بایکاٹ کر کے انہوں نے غلطی کی تھی اور کہا کہ اگلے انتخابات مختلف ہوں گے۔ ان میں سے بہت سے رہنماؤں نے اس خدشے کا اظہار بھی کیا کہ آنے والے انتخابات میں دھاندی کی جائے گی۔ نقصان اور غلطیوں سے پُر انتخابی فہرستوں اور جعلی ووٹر کے اندر ارجمند تشویش کا اظہار کیا گیا۔

خاص طور پر پختون سیاستدانوں نے اپنے علاقوں میں بڑھتی ہوئی طالبان ایکشن یا وہابی ازم کا ذکر کیا اور کہا کہ پختون علاقوں میں ان کے تربیتی کمپ موجود ہیں اور پختون اور ہزارہ قبیلوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہزارہ ڈبکر یونیورسٹی کے نمائندوں نے اس مشاہدے کے ساتھ اتفاق کا اظہار کیا کہ پختون اور ہزارہ قبیلوں کو آپس میں لڑنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں اور کہا کہ اس کا مقصد سیکولر بلوج نیشنلزم کو روکنا ہے۔ تمام رہنماؤں نے ائمیل جنس ایجنسیوں اور فرنٹیئر کور کے کردار پر تقدیم کی۔ اگرچہ چند سیاستدانوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ فرنٹیئر کا نیٹویلری سے زیادہ ائمیل جنس ایجنسیاں قصوروار ہیں۔ پختون سیاستدانوں نے کراچی میں ہلاکتوں پر شدید تقدیم کی اور کہا کہ کراچی میں ہلاک ہونے والے پختونوں کا تعلق بلوجستان سے تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ کراچی میں 12,000 چائے خانے تھے جو بلوجستان کے لوگوں کی ملکیت تھے اور ان میں سے 7,000 بند ہو چکے ہیں۔

جماعت اسلامی کے ایک رہنماء نے پنجاب تو قسم کر کے مزید صوبے بنانے کی تجویز کی مخالفت کی کیونکہ اس طرح سینیٹ میں پنجاب کی نمائندگی میں اضافہ ہو جائے گا اور ایوان بالا میں بلوجستان کی آواز سنائی نہیں دے گی۔ بعض سیاستدانوں نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ آئندہ انتخابات میں جہوری قوتوں کو شکست ہو جائے گی..... لسانی حدود بندی کی وجہ سے۔ دیگر نے اس رائے کا اظہار کیا کہ بلوج پختون کشیدگی یا دشمنی جیسی کوئی چیز موجود نہیں تھی کیونکہ دونوں برادریوں کے مفادات ایک تھے اور دونوں برادریوں نے مل کر اور علیحدہ علیحدہ طویل جدوجہد کی تھی۔ تاہم دیگر نے صوبے میں بلوج، پختون "مسکلے" کا ذکر کیا جو ان کے مطابق تسلیم کیا جانے چاہیے اور حل بھی کیا جانا چاہیے۔ مردم شماری سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ بلوج، صوبے میں افغانیوں کی بہت بڑی تعداد کے بارے میں فکر مند ہیں جو زیادہ تر پختون ہیں۔ پختون یہ محسوس کرتے تھے کہ بلوجستان میں ان کی آبادی زیادہ ہے لیکن نمائندگی میں انہیں ان کا جائز حصہ نہیں دیا جاتا۔ انہیں صوبے کے وسائل میں مساویانہ حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ انہیں ملازمتوں اور تعلیم میں مساویانہ حصہ نہیں دیا جاتا۔ بعض بلوج قوم پرستوں کی رائے میں بلوجستان میں ایف سی کی تعیناتی جو زیادہ پختونوں پر مشتمل ہے، صوبے میں لسانی جھگڑے شروع کرنے کی ایک سازش ہے۔

شرکاء نے جبری گشیدگیوں، لاشوں کو سڑکوں کے کنارے ڈمپ کرنے، کرپشن، بڑھتی ہوئی طالبان ایکشن، عدم تحفظ، لوگوں کو فرقہ وارانہ تشدد پر ابھارنے، مذہبی اقليتوں کے خلاف زیادتیوں، انفارسٹرکچر (بنیادی ڈھانچے) کی عدم موجودگی، معاشی موقع کی عدم موجودگی اور ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں سے لائقی کو کمیڈی مسائل کہا۔ اس حوالے سے رائے منقسم تھی۔ کیا انتخابات ثابت تبدیلی لائیں گے تاہم تمام اپوزیشن جماعتوں کے نمائندوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ عام انتخابات میں کسی قسم کی دھاندی نہیں ہونی چاہیے..... دھمکی دے کر یا

دولت کا لائق دے کر..... متعدد سیاستدانوں نے کہا کہ کوئی شخص کی موجودہ صورت حال بلوچستان میں بدامنی کی نشاندہی کرتی ہے اور اس رائے کا اظہار کیا کہ کوئی شخص میں امن کا گھوارہ ہوا کرتا تھا۔ آج کوئی شخص کوئی میں امن و امان کے ساتھ گھوم پھر نہیں سکتا۔ شہر میں گھونے پھرنے کے لیے حفاظتی دستے کی ضرورت ہے۔ لاقانونیت اتنی بڑھ چکی ہے کہ اغوا شدہ عزیزوں کے لیے تاوان کی رقم ادا کرنے کے لیے جانے والوں کو بھی اغوا کر لیا جاتا ہے اور ان کی رہائی کے لیے بھی تاوان طلب کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر صوبے کی حکومت نے امن عامہ کی صورت حال میں دلچسپی لی ہوتی تو حالات کم از کم کوئی میں اتنے خراب نہ ہوتے۔ انہوں نے کہا کہ اگر کسی کے خلاف کوئی الزام تھا تو اس کے خلاف بغاوت کے الزام میں مقدمہ چل سکتا ہے لیکن ماورائے عدالت ہلاکتوں کا سلسلہ بند ہونا چاہیے۔

بلوچستان نیشنل پارٹی کے نمائندے نے کہا کہ اس کی جماعت کو اس بات کی امید نہیں کہ انتخابات کے بعد بلوچستان میں حالات سدھ رجائیں گے یا بلوچستان کی صورت حال میں کوئی بہتری آئے گی۔ انہوں نے اس نفرت کا ذکر کیا جو ان دونوں دہائیوں کے دوران میں چکی تھی اور کہا کہ بلوچ حالت جنگ میں تھے اور ان سے کسی چیز کا تقاضہ کرنا یا ان سے کوئی رعایت طلب کرنا، خاص طور پر اس موقع پر، درست نہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں بلوچستان کے بارے میں کوئی معلومات دستیاب نہیں کیونکہ اس کے متعلق جغرافیہ یا ہستہ کی کلاسیں میں کچھ پڑھایا ہی نہیں جاتا۔ انہوں نے کہا جو لوگ برل یا ترقی پسند تھے اور بلوچستان کی آزادی کا نعرہ بلند نہیں کرتے تھے۔ انہیں دونوں طرف سے غدار سمجھا جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ بی این پی نے ہمیشہ اس بات کا اعتراض کیا ہے کہ آبادکاروں کو نثار گٹ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بلوچستان کی دس سیاسی اور مذہبی جماعتوں (بشمول بی این پی، پی کے ایم اے پی، این پی، جے آئی، پی ٹی آئی، اے این پی اور ارائج ڈی پی) نے پولیٹیکل پارٹیز کو آرڈی نیشن کمیٹی بلوچستان (پی پی سی) تشكیل دی تھی تاکہ صوبے کو درپیش مسائل حل کرنے کے مشترکہ جدوجہد کی جائے اور حکومت پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اپنی ذمہ داری پوری کرے۔ انہوں نے کہا کہ بلوچستان میں شرارتیں ختم کی جائیں لیکن اس بات کی امید نہایت ہی کم ہے کہ شرارتیں ختم کی جائیں گی۔ اہم سوال یہ ہے کہ وہ لوگ جو مذہبی اور فرقہ وار انہ نفرت پھیلارہ ہے تھے۔ کیا انہیں اپنی غلطی کا احساس ہے۔ ”انتخابات منعقد ہوں گے لیکن اس کے بعد کیا ہوگا، روڈ میپ کیا ہے۔ مستقبل کے منصوبوں کی نویعت کیا ہے؟“

بی این پی کے رہنماء نے کہا کہ سیاسی جماعتوں کو ایک ذمہ دار انہ عہد کرنا ہے اور ایک ثابت کردار ادا کرنا ہے اور مجہلہ تکالیف سے قطع نظر سیاسی جماعتوں نے اپنی قوت قائم رکھی ہے اور اگر وہ اپنی پالیسیوں اور پروگراموں میں برل اور جمہوری طرز عمل اختیار کرتی ہیں تو وہ وہ کردار جو عوام نے انہیں سونپا ہے ثبت اور احسن طریقے سے نہ جائیں گی۔ انہوں نے جن نقاط پر زور دیا ہے تھے:

☆

عوام کی حقیقی لیڈر شپ کو 64 برسوں کے دوران بلوچستان میں جڑیں پکڑنے کی اجازت ہی نہیں دی گئی۔ اگر انتخابات میں حقیقی لیڈر شپ منتخب کی جاتی ہے تو اسے 9 ماہ کے بعد ہی چھٹی دے دی جاتی ہے۔ اتنے کم عرصے میں کوئی بھی لیڈر شپ کوں سے کارنامے سرانجام دے سکتی ہے۔ عوام کے اصل نمائندوں کو کام کرنے کی مہلت ہی نہیں دی جاتی۔ کیونکہ اگر وہ کام کرتے تو اگلے انتخابات میں بھی سو فیصدی جیت انہی کی ہوتی۔

☆

ریاست کے اداروں نے ایک دفعہ پاکستان توڑا تھا اور ملک کو دوبارہ اسی راہ پر ڈال دیا ہے۔ وہ پاکستان چلانے کی عقل تور کھنے نہیں لیکن افغانستان پر حکومت کرنے کا خواب دیکھے ہیں۔ بلوچستان کے علاوہ انہوں نے پنجاب کو بھی بارو دکا پیپا بنادیا ہے۔

☆

ہو سکتا ہے امریکہ پاکستان میں پائی جانے والی بہت سی برائیوں کا ذمہ دار ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسٹپشلمٹ تمام حالات کی ذمہ

دار ہے۔ جب ایک امریکیں رکن کا نگر میں بلوچستان کے متعلق ایک قرارداد متعارف کروائی تو ہر کوئی بلوچستان بچانے کے لیے باہر نکل آیا۔ بلوچستان کو کس سے بچایا جائے؟ پنجاب میں بلوچستان کے لیے ہمدردی پائی جاتی ہے کیونکہ انہیں خدشہ ہے کہ ملک ٹوٹ جائے گا..... نہ کہ بلوچوں کے خلاف زیادتیوں کے نتیجے میں۔

اگر صورت حال میں بہتری لانے کی کوئی خواہش تو پاکستان کو سعودی گھڑ جوڑ سے نجات حاصل کرنی چاہیے۔ ہو سکتا ہے ایران بھی گڑ بڑ کرنے میں ملوث ہو۔ انقلابی جنس ایجنسیوں کو اپنی توجہ اس طرف مبذول کرنی چاہیے۔ اس کے علاوہ انہیں جرائم پر قابو پانے کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ میدیا اور سیاستدانوں میں جرأۃ نہیں کوہا اس گندگی کے خلاف زبان کھولیں جو ایک خصوص مسلم ملک پاکستان میں پھیلایا جا رہا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہزارہ قبلے کے افراد کو کون قتل کر رہا ہے۔ وہ لوگ جنہیں ہزارہ قبلے کے لوگوں کو قتل کرنے کے جرم میں کپڑا جاتا ہے۔ انہیں یا تو چھوڑ دیا جاتا ہے یا انہیں بھاگ جانے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ ریاست نے ہزارہ قبلے کے لوگوں کو برگشته کرنے کی کوشش کی ہے یادوستی کے حلقة سے خارج کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ انہا پسند عسکریت پسندوں کو تربیت دینے اور انہیں سرمایہ فراہم کرنے میں مسلم ممالک کا جو کردار ہے اس نے بھی بدامنی میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔

بلوچ اپنے وسائل اور ساحلی پی پر کنٹرول چاہتے ہیں جو شخص بھی بلوچستان میں بذریعہ سڑک سفر کرتا تھا وہ انفارا سٹرپچر کی خستہ حالی کو بخوبی دیکھ سکتا ہے۔

بلوچستان میں الیف سی کا عملہ پختنوں پر مشتمل ہے۔ درحقیقت یہ صوبے میں فرقہ وارانہ فسادات شروع کرانے کی ایک چال ہے۔

بلوچستان کے عوام کو جمہوریت کیوں پسند ہو۔ مشرف کے آمرانہ دور میں ہمارے بچے کم از کم زندہ تھے اور اب جمہوریت میں ہمیں سڑکوں کے کنارے پڑیں ان کی لاشیں ملتی ہیں BNP کا ایک رہنماء

بی این پی سنٹرل ایگزیکٹو کمیٹی کے تقریباً 25 ارکان قتل کیے جا چکے ہیں۔ پارٹی رہنماؤں کو نقل و حرکت کرنے کے سلسلے میں دتوں کا سامنا ہے اور بعض تو اپنے گھروں سے باہر بھی نہیں نکل سکتے۔

پولیس سرجن با قریشہ کو محض اس لیے قتل کر دیا گیا کیونکہ اس نے بالکل درست اور صحیح پوسٹ مارٹم رپورٹیں جاری کی تھیں کہ خود آباد، کوئٹہ میں سکیورٹی فورسز نے بے گناہ لوگوں کو مارا ہے۔ سیاسی جماعتوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اسے ایک قومی مسئلہ بنا دیں۔

نیشنل پارٹی کے رہنماؤں نے کہا:

ادارے منہدم ہو چکے اور سکول کا لج بند پڑے ہیں۔ بچلی کی لوڈ شیڈنگ نے زراعت یا صنعتی سرگرمیاں شروع کرنے کی تمام امیدیں ختم کر دی ہے۔ ملک میں جاری لا قانونیت نے تجارت کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ صوبائی بحث کو سرکاری پارٹی کے ارکان میں تقسیم کر دیا گیا۔ اگر ایسی حکومت اور کابینہ مزید پانچ سال جاری رہی تو بلوچستان کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔

نیشنل پارٹی جوش و خروش کے ساتھ انتخابات میں حصہ لے گی۔ قوم پرست، عام انتخابات میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کریں گے،

- اگر وہ متعدد ہیں تو کچھ قوم پرست جماعتوں کو عند اطلب نشستیں ملیں گی جبکہ گیارہ نشستوں کا فیصلہ ایجنسیاں کریں گی۔
 ☆ پاکستان میں سیاسی جماعتیں ایک مذاق بن کر رہے گئی ہیں۔ انتخابات کے درمیانی عرصہ میں عوام کے ساتھ رابطہ رکھنے کی کوئی روایت موجود نہیں۔ سیاسی جماعتوں کو اپنے کیدڑز برقرار رکھنے چاہئیں۔
- ☆ بلوچستان میں جہاں قبل ازیں لاکھوں کے جلوسوں میں حتیٰ کہ گاڑو زرکھنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اب وہاں یکینز ز استعمال ہوتے ہیں۔ سیاسی طور پر بیدار علاقوں میں، مثال کے طور پر خضدار میں اب ڈراور خوف کا سماں ہے۔
- ☆ انقلی جنس ایجنسیوں پر باؤ بڑھایا جائے کہ وہ انتخابات میں مداخلت نہ کریں۔
- ☆ متعدد قوم پرست قبل ازیں بغاوت یا سرکشی کا حصہ رہے ہیں لیکن شہری آبادی اور ترقیاتی سرگرمیوں کو بھی نشانہ نہیں بنایا گیا تھا۔ یہ ایک نیا عصر ہے اور ان میں عسکریت پسندوں نے سڑکوں، بجلی کی تنصیبات اور ٹیلی فون نیٹ و رکس پر ترقیاتی کام کرنے والوں کو ڈھمکیاں دی ہیں اور عام شہریوں کو قتل کر رہے ہیں۔ فورمز نے بھی لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔
- ☆ خضدار پر جرامِ پیشہ لوگوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ جس طرح لیاری، کراچی، پرمجرموں کا قبضہ ہے۔ حکومت نے کوئی ثابت کردار ادا نہیں کیا ہے اور بذاتِ خود مجرمانہ کارروائیوں میں ملوث ہے اور سیاستدانوں کو گھٹے لگانے کی کوشش کر رہی ہے اور سیاسی جماعتوں کے کردار کو محدود کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ کوئی میں انتہا پسندی کی کارروائیوں کی تعداد کافی کم ہے لیکن مجرمانہ کارروائیاں اور اغوا برائے تاوان کی وارداتوں میں اضافہ ہو چکا ہے اور کچھ گروہ ایجنسیوں کے تعاون سے بھی کارروائیاں کرتے ہیں اور متعدد کے پاس وزراء کے وزینگ کارڈز ہیں۔ مجرمان نے تمام علاقے آپس میں بانٹ رکھے ہیں۔ ٹرک ڈرائیوروں کو ہر روز اغوا کیا جاتا ہے۔ لاقانونیت اور اغوا کے واقعات کے خلاف ہڑتالیں روزمرہ کا معمول ہے۔
- ☆ شیعہ مخالف لشکر جہنمگی کو ریاست کی حمایت حاصل ہے۔ بلوچ مسلح دفاع کو بھی حکومت کی حمایت حاصل ہے تاکہ بلوچ سرکشی کا مقابلہ کیا جاسکے۔ مقاصد مختلف ہیں لیکن ان کے آپس میں رابطہ ہیں۔
- ☆ بلوچ قوم پرستوں کو اس بات کا ڈر ہے کہ ان کا بیرون اور ترقی پسند معاشرہ نگین خطرات سے دوچار ہے۔ پاکستان میں دوسرا بڑا تبلیغی مرکز رائے ونڈ کے بعد پنجکور میں واقع ہے۔ تعلیم اور معدنی اور زرعی شعبوں کی ترقی کے لیے کیا کچھ کرنا ہے، اس کے لیے عقل اور بصیرت کی ضرورت ہے۔ مطلوبہ شعبوں میں مہارت اور تجربے کی کمی ایک مہلک مسئلہ ہے۔

پختونخوا ملی عوامی پارٹی کے نمائندہ نے مطالبہ کیا

کہ انتخابات کے دوران ہر جگہ ایکشن کا جائزہ لینے کے لیے ایکشن مانیز ر متعین کیے جانے چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ قدامت پسند و تیس انتخابات میں متعدد ہو جاتی ہیں اور قابل کی بیانیات پر اتحاد بھی قائم کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اور جمہوریت پسند عناصر سے اپیل کی کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں..... وہ اتحاد بنائیں یا نہ بنائیں۔ پاکستان ملی عوامی پارٹی کے نمائندہ نے کہا:

☆ بلوچستان میں دہشت گردی کے 1931 واقعات میں سے 800 کی ذمہ دار قبول کی گئی۔ اس کے باوجود کسی مجرم یا دہشت گرد

کو نہیں پڑا گیا..... جب وہ اپنے جرم کا ارتکاب کر رہا ہوا یا اس کے بعد۔ صرف معصوم اور بے قصور شہریوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ کم از کم چند واقعات میں تو قاتلوں کی ضرور شناخت کی جاتی۔

ہر حکمران نے عوام کے مفادات پر سودے بازی کی ہے۔ وزراء نے بتایا ہے کہ انہوں نے تاداں کے واقعات میں 70 سے زائد گروہ ملوث ہیں۔ لوگوں کو کوئی کے وسط میں موت کے گھاٹ اتارا جا رہا تھا..... کوئی جو ایک محفوظ شہر تصور کیا جاتا ہے اور مجرم پکڑنے نہیں جاتے۔

امن اور سکیورٹی تو علیحدہ بات ہے۔ حتیٰ کہ بنیادی ڈھانچہ اور اہم سڑکیں بھی تعمیر نہیں کی گئیں تھیں۔ نیشنل فائل کمیشن ایوارڈ کے تحت بلوچستان کو اربوں روپے ملے تھے لیکن زیادہ تر قم فراڈ اور غبن کی نظر ہو گئی۔ بلوچستان میں تو ابھی ان کوششوں کا آغاز بھی نہیں ہوا کہ ہر ایک کے لیے تعلیم کے حق کا نفاذ عمل میں لا یا جائے۔ آئین کی 18 ویں ترمیم میں بالآخر اس تلحیحیت کا اعتراف کیا گیا۔ 18 ویں ترمیم کے تحت، صوبوں کو جو خود مختاری دی گئی، بلوچستان نے اس سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ پختونوں کو صوبے میں کوئی نمائندگی حاصل نہیں ہے۔ پونکہ وہ کبھی اقتدار میں نہیں رہے، چنانچہ ان کا امن و امان یا تعلیم اور ترقی میں براہ راست کوئی کردار نہیں رہا۔

فرمیں کو اور پولیس چھوڑ کر، بلوچستان میں اصل کردار آئی ایس آئی کا ہے جس نے ہر دوسرے ادارے کو استعمال کیا۔ حالات میں بہتری لانے کے لیے حکومت نے کوئی کارروائی نہیں کی۔

ہر بامیر شہری کو ہزارہ قبیلے کے افراد کے خلاف زیادتوں کی مدد ملت کرنی چاہیے (گزشتہ روز ہزارہ قبیلے کے دو افراد کو ہلاک کر دیا گیا تھا)۔ وہ اس پالیسی کا نتیجہ ہیں جو حکمرانوں نے ان کے خلاف وضع کی تھی۔ افغانستان میں کردار ادا کرنے کے لیے جن کرداروں کو تیار کیا جا رہا تھا انہیں اندر وطن ملک جمہوری قوتوں کے خلاف استعمال کیا گیا۔

عوامی نیشنل پارٹی کے نمائندے نے کہا:

ملک میں امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورت حال کی موجودگی میں بلوچستان میں یہ کوشش بھی کی جا رہی ہے کہ بلوچوں، پختونوں اور ہزارہ قبیلے کے افراد میں بگاڑ پیدا کیا جائے۔ یہ صورت حال افغانستان میں اس مداخلت کا تسلسل ہے جو بلوچستان میں مقیم انتہا پسندوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ گم ہونے والے بلوچوں کی کٹی پھٹی لاشیں پختون اکثریتی علاقوں میں ڈمپ کی جاتی ہیں تاکہ لسانی تصادم کو بہٹکایا جاسکے۔ کوئی مذہبی رہنماؤں کو ہلاک کیا جا رہا ہے تاکہ ہزارہ پختون تصادم کی بنیاد پر رکھی جاسکے۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا جا رہا ہے تاکہ بنیادی مسائل سے عوام کی تعجب ہٹائی جاسکے، جمہوری نظم و نت کو بدنام کیا جاسکے اور ملک میں جو ذرہ برابر جمہوری ماحول موجود ہے اس کی بھی بساط لپیٹ دی جائے۔ فوج چھاؤنیوں میں محفوظ تھی اور عوام کی کسی کو پرواہ نہیں۔

جب طالبان کو خیر پختونخوا میں شکست ہوئی تو ایسے عناصر کی ہست افزائی کی گئی اور انہیں بلوچستان کے پختون علاقوں میں پناہ گاہیں فراہم کی گئیں تاکہ وہ مسائل پیدا کر سکیں۔ عسکریت پسندوں کے لیے تربیت کمپ قائم کیے گئے۔ انتہا پسند سرکاری گاڑیوں میں سفر کرتے ہیں جبکہ عام شہری بسوں میں سفر کرتے تھے جہاں ان کے جسم کی تلاشی لی جاتی ہے اور بسوں سے اتر جانے کا حکم دیا

جاتا ہے۔

☆ سڑکوں اور امن عامہ کی جو حالت ہے اس نے تجارت پر انتہائی متفقی اثرات مرتب کیے۔ بجلی کی کم سپلائی نے زراعت کو بھی تباہ و بر باد کر دیا۔ کسانوں کو جب پانی کی ضرورت پڑتی وہ دستیاب نہیں ہوتا۔ اپنی مدد آپ کے تحت ٹیوب ویل نصب کیے گئے لیکن انہیں چلانا جوئے شیر لانے کے متراوف ہے کیونکہ بجلی تو دستیاب نہیں ہے۔

جماعتِ اسلامی کے نمائندے نے کہا:

☆ صوبے کا 96 فیصد سے زائد علاقہ جو سارے ملک کو قدرتی گیس فراہم کرتا ہے، گیس کے بغیر ہے۔ بلوچستان کے 80 فیصد علاقوں میں بجلی نہیں ہے۔ بلوچستان میں پیدا ہونے والی گیس کی قیمت کا تعین بلوچستان نہیں کرتا ہے۔ تعلیمی اداروں کی ترقی کے لیے کوئی اقدامات نہیں اٹھائے گئے۔ بلوچستان میں پائے جانے والے وافر سمندری، معدنی اور دیگر وسائل سے فائدہ اٹھانے کے لیے کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی گئی۔ صوبے میں اتنی بدمتی پائی جاتی ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ شہر یوں کو جری طور پر غائب کر دیا جاتا تھا اور لاشوں کو سڑکوں کے کناروں پر پھینک دیا جاتا ہے۔ انصاف کا حصول ممکن ہے لیکن صرف آئین کی حد تک۔ صوبے کے عوام میں محرومی کا احساس پایا جاتا ہے۔

☆ جب ہم بلوچستان کی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہیں تو یہ یاد رکھنا اہمیت کا حامل ہے کہ کوئی کے مسائل، صوبے کے پختون علاقوں کے مسائل، بلوچ ایریا زکے مسائل نمایاں اور مختلف ہیں۔ پختون پٹی میں معيشت بجلی کے ساتھ بندھی ہے۔ کوئی نیکٹری یا کارخانہ نہیں۔ آمدنی کا کوئی متبادل ذریعہ نہیں، جہاں تک بجلی کا تعلق ہے دن میں 20، 20 گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے۔ پہنچنے کے لیے پانی بھی دستیاب نہیں، زراعت کے لیے پانی کی فراہمی ملیحہ بات ہے۔ پانی کی قلت نے بے شمار لوگوں کی روزی کو متاثر کیا کیونکہ زراعت لوگوں کا بڑا ذریعہ معاش ہے، ثوب کے نوجوان 22 دن کا سفر کر کے کوئی پہنچتا کہ وہ اپنے علاقوں میں بجلی کی فراہمی کے لیے دباؤ ڈال سکیں لیکن کسی نے ان کی بات سننا بھی گوارہ نہیں کیا۔

☆ اس بات کے امکانات موجود ہیں کہ ہزارہ اور سنی مذہبی رہنماؤں کو اس لیے قتل کیا جا رہا ہے تاکہ دو فرقوں کے درمیان فرقہ وارانہ کشیدگی اور تصادم کو بھڑکایا جاسکے۔ اتنی کشیدگی پائی جاتی ہے لیکن میدیا نے اس معاملے کو مناسب تشبیہ نہیں دی۔

☆ سچلوں اور زرعی اجناس کی ترسیل اور عوام کی ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت نے بہت مشکل شکل اختیار کر لی ہے کیونکہ سڑکوں اور ریل رابطوں کی صورت حال ناگفتہ ہے۔ کوئی، ثوب ریلوے ٹریک کو توسعہ کے لیے اکھاڑ دیا گیا ہے۔ لیکن کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کوئی جلدی نہیں کی گئی۔ متعدد اہم شاہراہوں کو تعمیر ہی نہیں کیا گیا۔

☆ اتحادی حکومت کی اپنی مجبوریاں اور مسائل ہوتے ہیں لیکن یہ حکومت عوام کے مسائل سے لاتعلق ہے۔ صوبائی حکومت بلوچستان میں پولیکنٹرول کے لیے اسلام آباد میں اجلاس منعقد کر رہی ہے۔ فنڈر کے نہیں کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

☆ بلوچستان، افغانستان اور ایران میں رونما ہونے والے واقعات سے متاثر ہو رہا ہے اس کے علاوہ وہ عالمی طاقتؤں کے منصوبوں سے بھی متاثر ہو رہا ہے۔ ہر دوسرے یا تیسرے ہفتے دونی عسکریت پسند تنظیمیں منظر عام پر آتی ہیں۔

دو وزراء نے بلوچستان صوبائی اسمبلی میں ☆

بیانات دیے تھے کہ وہ سکیورٹی فورسز کے
ہاتھوں مادرائے عدالت ہلاکتوں کے
گواہ ہیں۔ وزیر داخلہ امور نے کہا کہ
صوبائی وزراء انہوں برائے تاوان کی
واردادوں میں ملوث تھے تاہم حکومت
نے اس سلسلے میں کوئی کارروائی نہیں کی۔

سکیورٹی کے تمام منصوبے ناکام ہو گئے

کیونکہ حکومت انہیں کامیاب ہوتا نہیں مستوگ میں سیاستدان و کلاء اور انسانی حقوق کے کارکن مشن کو ضلع کے مسائل سے آگاہ کر رہے ہیں
و یکجا ہتھی تھی۔ قاتل جیلوں میں بیٹھے
ہیں اور وہاں سے ہی کارروائیاں کر رہے ہیں۔

ایک غریب صوبے پر فی 0.1 ملین روپے یومیہ خرچ اٹھتا ہے۔ 65 ارکان میں سے صرف ایک کرن بذریعہ ہے اور باقی تمام کابینہ میں شامل ہیں۔ تمام ترسہلوں کے باوجود اکان اسمبلی سنجیدہ نہیں ہے اور چار برسوں کے دوران قانون سازی کا کوئی کام نہیں کیا یا بہت ہی کم کیا ہے۔ صوبائی اسمبلی نے ان کم ازم ایام کے لیے بھی اجلاس منعقد نہیں کیے جو آئین کے تحت درکار ہیں اور جب کبھی اس کا اجلاس منعقد ہوتا تو سیشن کو عام طور پر ملتوی کر دیا جاتا تھا..... ایک گھنٹے یا اس سے کم عرصے کے بعد.....
کوئی کے 3.5 ملین رہائشیوں کے لیے کوئی پارک نہیں۔ کوئی آزادی نہیں۔ غرضیکہ کوئی ثابت چیز موجود نہیں ہے۔

کراچی میں سڑکوں کے کنارے واقع 12,000 ہوٹلوں میں سے 7,000 بند ہو گئے ہیں۔ بلوچستان کے لوگوں کی بہت بڑی تعداد جوان ہوٹلوں میں کام کرتی تھی، اب تنگستی کا شکار ہے۔ بلوچستان کی حکومت نے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی تاکہ بلوچستان سے تعلق رکھنے والے محنت کشوں کے خاندان، جو کراچی کے تشدد میں ہلاک ہوئے تھے انہیں مناسب معاوضہ ادا کیا جاسکے لیکن اس سلسلے میں مطلوبہ اقدامات نہیں اٹھائے گئے۔ ہلاک ہونے والے افراد کے خاندانوں کو صرف لاشیں ملتی ہیں۔ وہ انہیں دناتے ہیں۔ فاتحہ پڑھتے ہیں اور مدد لینے کے لیے کراچی نہیں جاتے ہیں۔

عام انتخابات کا انعقاد یا پہلے قدم کے طور پر اول باؤیز کے انتخابات گھن کو کم کرنے میں مدد دیں گے۔ جب تک بلوچستان میں تمام سیاسی جماعتیں خوف و ہراس، عدم تحفظ اور گھن کی نضا کے باوجود سڑکوں پر نہیں نکلتیں، حالات میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ اگلے عام انتخابات انتہائی اہمیت کے حامل ہیں تاکہ جمہوری اور سیاسی قوتوں کو یہ موقع فراہم کیا جاسکے کہ وہ موجودہ بحران میں سے باہر نکل سکیں۔ تاہم تبدیلی اتنی دیر تک ناممکن ہے جب تک عام شہریوں کے دوٹ میں قوت نہیں آ جاتی اور عام انتخابات منصفانہ نہیں ہوتے اور وہر زکی فہرستیں اعتماد پیدا نہیں کرتی ہیں۔ ایکشن کمیشن نے لوارالائی ڈسٹرکٹ کے ایک حلے سے ہزاروں ووڑز کے نام خارج کر دیے ہیں۔

- ☆
- میں 2011 کو خروٹ آباد کے مقام پر ہلاکتوں کی تحقیقاتی رپورٹ کو منظر عام پر نہیں لایا گیا تھا۔ پولیس سرجن جس نے ہلاک ہونے والوں کی لاشوں کا پوسٹ مارٹم کیا تھا، کو دھمکیاں دی جا رہی تھیں، اسے قتل کرنے سے قبل مار پیٹ کا بھی نشانہ بنایا گیا اور جس صحافی نے یہ خبر جاری کی تھی اسے دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔
- ☆
- اس گھر سے پاکستان زندہ باد کے نعرے کس طرح سنے جاسکتے ہیں جہاں ایک بلوچی کی لاش لائی گئی ہو؟ گزشتہ برس 23 مارچ کو (یوم پاکستان کے موقع پر) بلوچ اکثریتی علاقوں میں پاکستان کا پرچم بلند نہیں کیا گیا تھا۔
- ☆
- اکبر بکٹی کے قاتل (پرویز مشرف) کو جیں میں پاکستان کے سفیر نے سرکاری پروٹوکول دیا تھا۔ یہ بات ناقابلِ تصور ہے کہ یہ سب کچھ حکومت کی مرضی کے بغیر ہوا تھا۔
- ☆
- جب پاکستانی رہنماء حالت میں بہتری لانے کے لیے بھارت کے وزیرِ اعظم سے مل سکتے ہیں تو عطا اللہ مینگل اور خیر بخش مری سے کیوں ملاقات نہیں کی جاسکتی جو حقیقی قوم پرست ہیں اور بڑھ چڑھ کر با تین کرنے والے قوم پرستوں کے مقابل ہیں جو صرف اس بنا پر اسمبلیوں میں جا پہنچ کیونکہ قوم پرستوں نے انتخابات کا بایکاٹ کیا تھا۔ بلوچستان، پاکستان کا حصہ بنا رہا ہے..... پیار اور محبت کی بنا پر اور طاقت اور جرگے کے استعمال سے نہیں۔
- ☆
- بلوچستان پیکنیج کے تحت جو ملازمتیں فراہم کی گئی تھیں، انہیں دوساری کی مدت گزرنے کے باوجود مستقل نہیں کیا گیا اور بلوچستان کے لوگوں کے لیے وفاقی حکومت کی ملازمتوں میں بہت معمولی حصہ ہے۔ سولیں سروہز کے علاوہ پانچ لاکھ افراد پر مشتمل پاکستان آرمی میں بلوچستان کے لیے کوئی حصہ متعین نہیں۔ درحقیقت یہ بخارا اور خیر پختونخوا کی فوج ہے۔
- ☆
- اس قوم کے جذبات کا اظہار کر کوئی دوسرا صوبہ بلوچستان میں ایک میڈیا یکل کالج تعمیر کرے گا، صوبے کے عوام کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ وہ چاہتے تھے کہ بلوچستان کو اس کا جائز حصہ ملے اور اگر ایسا ہوتا ہے تو بلوچستان، پنجاب میں میڈیا یکل کالجوں کی تعمیر کے بارے میں اعلان کر سکتا ہے۔ عوام میں یہ تاثر عام پایا جاتا ہے کہ بلوچستان کو اس رقم میں سے انتہائی معمولی رقم ادا کی جاتی ہے جو اس کی اپنی لکلیت ہے اور وہ بھی خیرات کے طور پر۔

ہزارہ ڈیموکریٹک پارٹی کے نمائندہ نے کہا:

- ☆
- ہزارہ برادری کے افراد کے ساتھ بلوچستان میں جو کچھ ہور ہاہے اسے فرقہ وارانہ تشدد کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ یہ ہزارہ قبیلے کے افراد کا یک طرفہ قتل عام ہے۔ قتل عام سے کم نہیں ہے۔ سمجھی کے علم میں ہے کہ کس طرح 26 زائرین کو جو ایران جا رہے تھے، گزشتہ برس مستوگ میں ہلاک کیا گیا جبکہ ان کی خاتون رشتہ دار، یہ خونیں منظرِ یکتی رہیں۔ فرقہ وارانہ تشدد میں ہلاک کیے جانے والے عام طور مولوی صاحبان اور مذہبی رہنماؤ تھے ہیں۔ لیکن بلوچستان میں ہزارہ برادری کے جن افراد کو شانہ بنایا گیا وہ سائیکل مکملیک تھے، محنت کش تھے۔ سبزیاں بیچنے والے ہاکرزا اور سرکاری ملازم میں تھے جن کا فرقہ واریت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ انہیں صرف اس لیے نشانہ بنایا گیا کیونکہ ان کا تعلق ہزارہ برادری سے تھا جو اپنے خدوخال کی وجہ سے بچانے جاتے ہیں۔
- ☆
- پہلے ایسا سب کچھ کشمیر میں ہوتا تھا۔ اب کوئئہ کو انتہا پسند تنظیموں کے محفوظ گڑھ میں تبدیل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پاکستان

کے خرچ پر افغانستان کا کنٹرول حاصل کرنا ایک بہتر سودا نہیں۔ صرف گزشتہ ایک ماہ کے دوران ہزارہ برادری کے 39 افراد کو قتل کیا گیا۔ دن میں ایک یادو جملے ہوتے ہیں اور ایک ہی گروہ نے ہلاکتوں کی ذمہ داری قبول کی۔

☆
ہزارہ اور بختون اور بلوچوں کے درمیان کشیدگی پیدا کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ اب تک ہزارہ برادری کے افراد نے ان کوششوں کو ناکام بنانے کی کوشش کی ہے لیکن کوئی کو خانہ جنگی کی طرف دھکلینے کے لیے محض ایک چنگاری کی ضرورت ہے۔

☆
بلوچستان کی خراب اور ابتر صورت حال جمہوریت اور قوم پرست جماعتوں کو بدنام کرنے کی ایک کوشش ہے۔ اگر سیاسی قوتیں ذمہ داری کا مظاہرہ نہیں کرتیں تو بلوچستان کی صورت حال کے مقابلہ میں خیر بختو نخوا کا تصادم بچوں کا کھیل نظر آئے گا۔ اگر جمہوری قوتیں نے صورت حال کو سنبھالنے کی کوشش نہ کی اور ہزارہ قبیلے کے افراد کو تھق کیا جاتا رہا تو حالات مزید خراب ہو جائیں گے۔ بلوچ پٹی بریلوی مسلک کی پیروکار تھی لیکن اب دیوبندی مدارس قائم کیے جا رہے ہیں جو فرقہ واریت کی تعلیم دیتے ہیں۔

☆
انسانی حقوق کی تنقیموں کو بلوچستان میں بے چینی کی وجوہات کا مکمل تجویز کرنا چاہیے اور اس کا تمام زاویوں سے جائزہ لینا چاہیے۔
کل (15 میگی کو) کوئی میں پاسپورٹ آفس کے باہر تقریباً ایک سو افراد قطار میں کھڑے تھے جب حملہ آوروں نے ہزارہ قبیلے کے دو افراد کو، جو قطار میں کھڑے تھے، نشانہ بنایا۔ 20 فٹ کے فاصلے پر سڑک کے دونوں طرف دیکھیورٹی چیک پوسٹ تھیں لیکن حملہ آوروں نے بڑے طمینان کے ساتھ لاشوں کا معاونت کیا اور یہ طمینان کیا کہ وہ مر چکے ہیں۔ طمینان کرنے کے بعد وہ وہاں سے چلے گئے۔ سال 2000 سے ہزارہ برادری کے 600 سے زائد افراد مارے جا چکے ہیں۔ لاشوں کی لگنی کرنا انتہائی تکلیف دہ کام ہے لیکن میڈیا ہم سے ہمیشہ لاشوں کی تعداد کے بارے میں پوچھتا ہے لیکن یہ قاتلوں کو شناخت کرنے میں ناکام رہتا ہے یا یہ کہ قاتل، اتنے طویل عرصہ سے قتل و غارف کا دھنہ کیسے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ وہ یہ ظالمانہ دھنہ صرف اسی صورت حال میں جاری رکھ سکتے ہیں اگر سیکورٹی، ایجنسیوں میں ان کے ہمدرد موجود ہوں۔ ہزارہ ڈیموکریٹک پارٹی کا ایک نمائندہ

بلوچستان کی صورت حال کے بارے میں قومی میڈیا کا جو کردار رہا ہے، سیاسی جماعتیں اس پر ہمیشہ تقید کرتی رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عوام کے اصل نمائندوں کو مددو کرنے کی بجائے، میڈیا صرف انہی چند افراد کو بار بار مددو کرتا ہے تاکہ ان کے نظریات سے آگاہی حاصل کی جاسکے۔ انہوں نے شکایت کی کہ یوں بلوچستان سے باہر کے لوگ اندر ہیرے میں ہی رہے کہ صوبے میں کیا ہو رہا ہے۔ ایک سیاسی جماعت کے نمائندے نے کہا کہ ہرٹی وی پروگرام میں مہمانوں کو میڈیا کوڈاٹ پلانی چاہیے کہ وہ مسائل کو بلوچستان کے تناظر میں نہیں دیکھتے تھے۔ سیاستدانوں نے کہا کہ صحافیوں کو ذمہ دار اور غیر جانبدار ہونا چاہیے۔ سانی یا فرقہ وارانہ ہاتھوں میں کھینچنے کی بجائے اسی صرف اس بات پر زور دینا چاہیے کہ اتنے انسان مارے گئے ہیں..... اتنے ہزارہ یا پنجابی نہیں اور اپنی ارسال کردہ خبروں کو ایک انجام تک پہنچانا چاہیے مساوئے اس کے کوہ سننسی خیز خبریں ارسال کریں اور ہلاک ہونے والوں کی تعداد بتائیں۔

فیلڈ رضا کاروں کے مشاہدات

مشن کے ارکان نے بلوچستان سے ایک آرسی پی کے ضلعی کوآرڈی نیٹریز سے ملاقات کی کہ یہ جانا جاسکے کہ ان کے علاقوں میں تازہ ترین صورت حال کیا ہے اور ان کے اصلاح میں اہم مسائل کیا ہیں۔

مکران

کچھ اک مکران میں انسانی حقوق کی اہم خلاف ورزیاں ماورائے عدالت بلا کتیں، ان سیاسی کارکنوں کے گھروں پر غیر قانونی چھاپے جنہوں نے سکیورٹی ایجنسیوں کے الہکاروں کے خلاف مقدمات درج کروائے تھے اور گمشدہ افراد کی لاشوں کو سڑکوں کے کنارے ڈمپ کرنا ہے، فرنٹیئر کا نشیبلی کے ارکان 30 یا 40 گاڑیوں کے ساتھ چھاپے مارتے ہیں۔ چھاپے، سول ایڈمنیسٹریشن کی اجازت کے بغیر مارے جاتے ہیں۔ ہر ماہ چار یا پانچ گھروں پر چھاپے مارے جاتے ہیں۔

☆ سویں افسران کا کوئی کردار نہیں ہے۔ ارکان پارلیمنٹ اپنے اپنے علاقوں میں نہیں رہتے۔ بازار کھلتے ہیں لیکن سیاسی جماعتوں کی کال پر ہڑتا لیں عام ہیں۔ انتخابات کے لیے سرگرمیاں شاذ و نادر ہی نظر آتی تھیں۔

☆ مند میں سو شل سیکھ تباہی کی طرف گامزن ہے۔ مند میں پائی جانے والی صورت حال بلوچستان میں بدترین صورت حال ہے۔

☆ 24 اپریل 2011 کو ایف سی کے بارودی الہکاروں نے مند میں محمد حنیف کے گھر پر چھاپے مارا اور حنیف، رحیم اور احمد علی کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اگلے روز احمد علی کی لاش مرغاب سے ملی۔ حنیف کی لاش 40 روز بعد ملی۔ ایک سال بعد رحیم کو چھوڑ دیا گیا۔

☆ 22 مئی 2011 کو سکیورٹی فورسز نے نصیر آباد میں ایک گھر پر غیر قانونی چھاپے مارا۔ (تربت سے 40 میل دور) اور خالد اور غلام قادر مزار کو اپنے ساتھ لے گئے۔ ایچ آر سی پی کی مداخلت پر لیویز نے نامعلوم افراد کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔ چند روز بعد خالد کی لاش مرغاب سے ملی اور غلام قادر کی لاش کئی ماہ بعد اسی جگہ سے ملی۔ 19 اپریل 2012 مزار اپنے گھر پہنچ گیا۔

☆ 29 اگست 2011 کو مند کے گیاپ ایریا میں ایف سی نے ایک ہوٹل پر چھاپے مارا اور گیارہ افراد کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئی جن میں گہرام خالد اور ریام شامل تھے۔ 30 اگست کو، نو افراد کو ہاکر دیا گیا۔ گہرام اور ریام کی لاشیں ملیں جوتہت روڈ کے کنارے پڑی تھیں (3 نومبر 2011 کو)

☆ صحافی عبدالواحد، جس کے والد صاحب بھی صحافی ہیں۔ 13 فروری 2012 کو غائب ہو گیا۔
☆ جن افراد کو ہاکیا جاتا ہے وہ انتہائی ڈراور خوف کی زندگی بر کرتے ہیں۔ وہ حتیٰ کہ اپنے خاندان کے افراد سے بات کرنے سے بھی ڈرتے ہیں۔ وہ افراد جو جو ڈیش کمیشن کے رو برو پیش ہوتے (کمیشن جرأۃ غائب کیے جانے والے افراد کے بارے میں تحقیق کر رہا تھا)، انہیں بعد ازاں دھمکیاں دی گئیں۔

مکران میں جرمی گمشدگیاں (2012-2004)

سال	گمشدگیاں	رہا شدہ	لاشوں کی برآمدگی
2004	2	0	0
2005	11	9	0
2006	23	24	1
2007	20	16	0

0	2	0	2008
3	5	10	2009
5	3	13	2010
47	22	51	2011
3	22	18	2012

قلعہ سیف اللہ

- ☆ بلوجستان اسمبلی کے تمام ارکین وزراء ہیں اور ہر وزیر اپنے علاقے کا وزیر اعلیٰ ہے۔ کرپشن معمولی نوعیت کی ہے۔
- ☆ 700 سے زائد طالبات کے لیے ایک بھی سائنس ٹیچر نہیں ہے۔
- ☆ انتخابات میں بھرپور مقابلہ ہوگا۔

نوشکی

- ☆ صلیعی کو آرڈی نیشن افسر کے والد کو انغوابرائے تاؤان کے لیے انغو اکر لیا گیا ہے۔
- ☆ نوشکی سے آٹھ ہندو خاندان انڈیا منتقل ہو گئے ہیں اور دیگر چھ خاندان اپنی املاک فروخت کر رہے ہیں۔
- ☆ طالبان کا اثر ورثوں بڑھ رہا ہے۔ بلوجوں اور بختونوں، دونوں میں طالبان نرٹیشن سرایت کر رہی ہے۔
- ☆ امن عامہ کی صورت حال مندوش ہے اور گاڑیاں چھیننے کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔
- ☆ نرسوں کا فقدان ہے کیونکہ آباد کار علاقہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور اس کی کوپرا کرنے کے لیے مطلوبہ تعداد میں مقامی افراد میسر نہیں ہیں۔
- ☆ انتخابات کے انعقاد کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ہر فرد نے کرپشن کی شکایت کی اور کہا کہ سارے فنڈر محض مرکوں کی تغیر پر صرف کیے جا رہے ہیں۔

- ☆ اب ایران جانے والے زائرین سرکاری سکیورٹی کے قافلوں کے زیر سایہ سفر کرتے ہیں۔
- ☆ ہر جگہ پر ہونے والے چاکنگ پر ایک ہی نعرہ درج تھا: 'شیعہ کافر' (ملحد)
- ☆ لوشیدنگ عام ہے اور تعلیم پر اس کے مددے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔
- ☆ بلوجستان بریشن آرمی نے سڑکیں بلاک کر دی تھیں اور مرکوں کو آگ لگادی تھی۔

نصیر آباد

- ☆ ٹرینوں پر فارنگ ہونے اور ریلوے لائنوں کو بم دھماکوں کا نشانہ بنانے کے واقعات پیش آ رہے ہیں۔ ریلوے لائنوں کی

7- ایک برس میں لائشوں کی برآمدگی یار بآشنا افراد کی تعداد بعض اوقات اسی برس جری گشہ گیوں کے متاثرین کی تعداد سے زیادہ ہو جاتی تھی۔ اس کی وجہ تجھی کہ زندہ یا مردہ واپس آنے والے افراد میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہیں گرفتہ برسوں کے دوران اختیاگیا تھا۔

حافظت کے لیے ایک ایف سی چیک پوسٹ قائم کی گئی تھی۔ اس کے باوجود بھی ہر ماہ محملوں کی اطلاعات سامنے آ رہی ہیں۔

موسم سرماں میں، حملہ آوروں نے گیس پائپ لائنوں کو نشانہ بنایا جبکہ موسم گرم میں پولیس اور فرنٹنر کو روکو۔

☆
اغوا برائے تاوان کے واقعات عروج پر ہیں۔ اگرچہ مغوی کو قتل نہیں کیا جاتا۔

☆
 بڑے اور چھوٹے گینگ امیروں اور غربیوں دونوں طبقوں کے لوگوں کو بلا امتیاز اغوا کر رہے ہیں۔

☆
 ایک سال میں کاروکاری کے تقریباً درجن بھروسہ واقعات پیش آئے۔

☆
 بلوچستان کے گرم ترین ضلع کوون کے زیادہ تر حصے میں بجلی فراہم نہیں کی جاتی۔ اگر بجلی ہو بھی تو گرد اسٹیشن لوڈ کو برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔

☆
 انتخابات کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور لوگوں میں اس حوالے سے بہت زیادہ جوش و خروش ہیں۔

لورالائی

☆
 آباد کار علاقہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ ہزارہ، ہندو اور مسیحی محفوظ ہیں۔

☆
 شہر کاری کا عمل و سعی پیمانے پر ہو رہا ہے۔ پانی کی قلت ہے۔

☆
 چملاںگ سے کوئلہ نکالنے کا عمل شروع ہو گیا تھا۔

☆
 کوئلہ نکالنے سے ہونے والی آمدی کا 30 فیصد حصہ امن و عامہ کی بھائی، تعلیم اور فلاح و بہبود کی خدمات کے نام پر سکیورٹی فورسز کو دیا جاتا تھا۔ یہی حصہ بہلوں میں سُنگ مرمر نکالنے کے عمل میں سکیورٹی فورسز کے لیے مخصوص تھا۔

☆
 انتخابات کی تیاریاں عروج پر ہیں۔

پسپنی

☆
 انچ آرسی پی کے ضلعی کو گروپ کو آرڈی نیٹر صدیق عبیدو کے قاتلوں کی گرفتاری کے حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

☆
 سیاستدان شہر چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور انتخابات کے حوالے سے کوئی عوامی جلسہ یا ریلی دیکھنے میں نہیں آئی۔

☆
 صحافی کچھ بھی لکھنے سے خوف زدہ تھے۔

☆
 نفاذِ شریعت نامی ایک ادارے نے بیان دیا کہ ہزارہ کے بعذاب ذکری بھی اس کے نشانہ پر ہیں۔ اس دھمکی کے بعد ذکری خوف زدہ ہیں۔

☆
 پسپنی میں ایف سی اچھا خاصا کردار ادا کر رہی تھی۔

☆
 50 فیصد لوگ ماہی گیر ہیں۔ ماہی گیروں کی مشکلات میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے اور حکام نے اُن کے ازالے کے لیے کوئی اقدامات نہیں اٹھائے۔

بولان

☆
 اغوا برائے تاوان کے واقعات عروج پر ہیں۔ حکام ان واقعات کی پشت پناہی کر رہے ہیں یا ان کے آگے بے بس ہیں۔

- 22 ٹرک ڈرائیوروں کو اغوا کر لیا گیا تھا جن میں سے ایک قتل کر دیا گیا۔ انتظامیہ کا کہنا تھا کہ اگر لوگ اغوا کارروں کی نشاندہی کریں تو انہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔
- متعدد ہندو خاندان بھارت منتقل ہو گئے ہیں۔ کئی اپنا ویز اپنے کا انتظار کر رہے ہیں۔
- بولان میں دو قبیلوں کی باہمی دشمنی بھی چل رہی ہے۔
- انتخابات میں ایک دفعہ پھر زبردستی و ونگ اور تشدد کا مظاہرہ ہو گا۔ لوگ انتخابات کے انعقاد کے بعد کسی ثابت تبدیلی کی توقع نہیں کر رہے۔

جعفر آباد

- اغوا برائے تاؤ ان اور دہشت گردی کے واقعات عام ہیں۔
- سیالاب متاثرین کے لیے مخصوص رقم کا مناسب استعمال نہیں کیا گیا۔
- سر کیس ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔
- ضلع میں نہ طالیبان اور نہ ہی جنگجوؤں کا وجود ہے۔

فلات

- ہندو برادری خوفزدہ ہے اور اپنے لیے انتہائی ضروری کام کے علاوہ کچھ بھی اور کرنے کی جسارت نہیں کرتی۔ بعض ہندو کراچی چلے گئے ہیں۔ دیگر اپنی غربت کے باعث نہیں جاسکتے۔ وہ اپنی برادری سے باہر زندگی بس رہنے کر سکتے۔
- لوگ ایف سی سے تنگ آ چکے ہیں۔ ڈی سی او کی کچھ حد تک رٹ قائم ہے۔
- دیگر علاقوں کی نسبت تعلیم کی صورت حال بہتر ہے۔
- قبائلی دشمنی کے باعث 9 فرداں قتل کر دیا گیا۔
- انتخابات کے انعقاد کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

ہر نانی

- پنجابی آباد کارروں کو قتل کیا جا رہا ہے۔
- جنگجوؤں نے بھلی کے کھمبوں کو جلا دیا۔ کھمبوں کی مرمت کرنے کے لیے ایک ٹیم بھیجی گئی جس پر حملہ کر دیا گیا۔ ایک آدمی جو کہ آباد کار تقتل ہو گیا جبکہ دیگر کو اغوا کر لیا گیا۔ بعد ازاں انہیں ایک معاهدہ کے تحت رہا کر دیا گیا۔

جمل مگسی

- فرقد پرسی پھیلانے والے مدارس کی بہت بڑی تعداد موجود ہے جو فرقہ وارانہ کشیدگی کو فروغ دے رہے ہیں۔
- ضلع میں قوم پرست جماعتیں اپنا وجہ نہیں رکھتیں۔
- 50 نیصد لوگوں کے پاس قومی شناختی کارڈ نہیں ہیں جو کہ ووٹ ڈالنے کے لیے لازمی شرط ہیں۔

☆ ضلع میں ایف سی تعینات نہیں ہے۔ صرف لیویز اور پلیس تعینات ہے۔

پنجکور

☆ ضلع میں دو سخن شدہ نعشیں برآمد ہوئی تھیں اور دو لوگوں کو ٹارگٹ کلنگ میں قتل کر دیا گیا تھا۔

☆ انوا براۓ تاوان اور ڈرگ مافیا کے مظالم روپ عمل ہیں۔

☆ جب ایف سی سکولوں کی نگرانی کر رہی تھی تو اس وقت وہاں قومی جنڈا البرایا گیا اور قومی ترانا نگا گیا۔

☆ غیر قانونی طریقے سے نقل مکانی کرنے والوں کو بسوں کے ائمہ کنڈیشنا اور سامان رکھنے والے حصوں میں چھپا کر اسمگل کیا گیا تھا۔

☆ شہر کی سرحدی حدود والے علاقوں میں جندال اللہ موجود ہے۔ لشکر جھنگوی کا وجود نہیں ہے۔

☆ ضلع میں کچھ ذکری آبادی مقیم ہے۔

زیارت

☆ ضلع میں امن و عامہ کا مسئلہ صرف اس وقت پیدا ہوا جب تھیں سنجاوی کو ضلع زیارت کا حصہ بنایا گیا۔

☆ ضلع میں صحت اور تعلیم کے مسائل موجود ہیں۔ بچلی کے بحران کے باعث زراعت شدید متاثر ہوئی ہے۔

☆ صوبہ کے جنگلات کی غیر قانونی کٹائی کی جا رہی ہے اور مارکھو بھی معدوم ہونے کے قریب ہے۔

☆ دو کالج ایسے ہیں جن کی چار دیواری نہیں تھیں۔ کالجوں کی اراضی پر تجاوزات کا عمل جاری ہے۔ لڑکیوں کے تین سکولوں سمیت 17

ہائی سکول ایسے ہیں جن میں نہیں اور نہ پانی ہے۔

☆ ضلع میں سنگ مرمر کی کیمقدار ہے۔ گراس کی بڑھوتری کے فروع کے لیے کوئی کوشش نہیں کی گئی۔

گودار

☆ انسانی سملنگ عروج پر ہے اور متاثرہ افراد کو جانوروں کی طرح گاڑیوں کی سیٹوں کے نیچے ٹھونسا جاتا ہے۔ بچوں کی سملنگ بھی

سامنے آ رہی ہے۔

☆ حال ہی میں دو درجن سے زائد افراد مردہ پائے گئے ہیں۔ بظاہر ان کی ہلاکت بھوک سے واقع ہوئی ہے۔ غالباً لوگوں کو انسانی

سمگلروں کی جانب سے علاقہ میں پھینپھنے اور پیرون ملک سملگل ہونے کا انتظار کرنے کا کہا گیا تھا۔ سخت قطعہ زمین کی وجہ سے قبریں

نہیں کھو دی جاسکتی تھیں اور نعشوں کو پھر وہن سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔

☆ جنگجوؤں اور ایجنسیوں، دونوں نے لوگوں کو قتل کیا ہے۔ بلوچ لریشن آرمی نے دمحروں کو ہلاک کیا تھا۔

☆ سیاسی جماعتیں خاموش ہیں اور کوئی جلسہ یا جلوس دیکھنے میں نہیں آیا۔ لوگ انتخابات کے انعقاد بارے پر یقین نہیں ہیں۔

☆ لوگ خوفزدہ ہیں۔ پہلے وہ پانی کی دستیابی یا دیگر مطالبات منوانے کے لیے ریلیاں نکالتے تھے۔ مگر اب ایسا کہیں بھی نہیں ہوتا۔

مستونگ

☆ ضلع میں این جی اوز کو نشانہ بنایا گیا اور ان کی گاڑی پر فائرنگ کی گئی ہے۔ گزشتہ برس بلوجستان روول سپورٹ پروگرام (بی آر

ایس پی) کے عملے کو اغوا کیا گیا اور ایک مخفی کو قتل کر دیا گیا۔

لشکر جھنگوی نے مستونگ میں اُسی دن تین افراد کو قتل کر دیا جس دن ایچ آر سی پی کا فیکٹ فائنسٹنگ مشن ضلع میں موجود تھا۔



2007 میں 97 لوگوں کو قتل کیا گیا جن میں سے تقریباً 40 کو فرقہ پرسی کی بانپر نشانہ بنایا گیا تھا۔



تقریباً 60 سکولوں کو اس وجہ سے بند کر دیا گیا ہے کہ اس تذہب سکول جانے کو تیار نہیں ہیں۔



ضلع میں انتخابات، محض نوابوں کے مابین ایک مقابلہ ہو گا اور ان کے انعقاد سے اس دفعہ بھی کوئی فرقہ نہیں پڑے گا۔



ہندوؤں کی 35 فیصد آبادی نے ضلع چھوڑ دیا ہے۔



سی

اغوا برائے تاداں روزمرہ کا معمول بن چکا ہے جتنی کہ لوگ رہا ہونے کے بعد بھی پولیس میں مقدمات درج نہیں کرواتے۔



و اپڈا کی ٹیمیں سکیورٹی الہکاروں کی نگرانی میں مرمت کا کام کرتی ہیں۔ بعض علاقوں میں بارودی سرنگیں بچھائی گئی ہیں۔



کئی ایسے دیہات ہیں جہاں خواتین کے پاس ووٹ کا حق نہیں ہے۔



جری گمشدگی کے واقعات پیش آئے ہیں مگر گمشدہ افراد کے اہل خانہ معلومات کا تبادلہ کرنے پر آمادہ نہیں اور رہا ہو کر آنے والے

لوگ بھی اس بارے بات نہیں کرنا چاہتے۔



دو برس قبل ضلع میں شیعہ سنی کشیدگی تھی۔



بیشتر ہندو بھارت منتقل ہو گئے ہیں۔



چمن

چمن بلوچستان سے منقطع ایک الگ ملک کی طرح نظر آتا ہے۔ افغانستان سے ملحق علاقوں میں مجرمانہ سرگرمیوں کی وجہ سے امن و



عامدہ کی صورت حال شدید خوش ہے۔



چمن میں نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ جسٹریشن اکھاری (نادر) کے دو دفاتر موجود ہیں۔ ایک بند پڑا ہے جبکہ دوسرا فعال نہیں ہے۔ اس کا

یہ بہانہ بنایا گیا کہ یہاں افغانوں کو غیر قانونی طور پر پاکستانی شاخی کارڈ جاری کیے جاتے تھے۔ اس بندش کے نتیجے میں تقریباً اس



لاکھ رہائشوں کو شدید مشکلات درپیش ہیں اور انہیں اضافی اخراجات برداشت کرنا پڑ رہے ہیں۔



سیاسی جماعتوں کا کوئی اثر و رسوخ نہیں۔ صرف افراد کا اثر و رسوخ ہے۔



ہر روز 40,000 افراد تجارتی مقاصد کے لیے پاکستان.....افغانستان سرحد عبور کرتے ہیں۔ حکام آٹے کی سمگلنگ پر نظر رکھتے



ہیں جو کہ بعض اوقات غریب خواتین نے رُفتے میں چھپا یا ہوتا ہے اور رات کے وقت آٹے کے ٹرک افغانستان سمگل کیے جاتے

ہیں۔

سول سو سائیٹی کے کارکنوں کے تحفظات

سول سو سائیٹی کے کارکنوں اور این جی اوز کے نمائندوں نے مشن کے ارکین کو بالعموم مجموعی صورت حال اور بالخصوص بلوچستان

میں این جی اوز اور ڈوپلمنٹ سیکٹر کے اداروں کو دور پیش مشکلات سے آگاہ کیا۔

☆ ڈوپلمنٹ سیکٹر کے اداروں کا یہ مسئلہ ہے کہ ان کو بآسانی شناخت اور نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ ستمبر 2011 میں ضلع پشین میں بلوچستان روول سپورٹ پروگرام (پی آر ایس پی) کے چھ کارکنوں کو انغو کیا گیا۔ بعد ازاں انہیں وزیرستان، فاتا لے جایا گیا جہاں تاوان کے مطالبات تسلیم نہ ہونے پر ایک معموی کو قتل کر دیا گیا۔ دیگر افراد انغو کاروں کے قبضے میں ہیں۔

☆ بین الاقوامی کمیٹی آف ریڈ کراس (آئی سی آر سی) کے لیے کام کرنے والے ڈاکٹر خیل راجدڑا لے کو جنوری میں کوئی سے انغو کیا گیا اور تقریباً چار ماہ بعد ان کی سرکٹی نعش اُسی شہر سے برآمد ہوئی۔ ڈاکٹر ڈا لے کو اس وقت بعض مسلح افراد نے انغو کیا جب وہ واضح طور پر نشان زدہ آئی سی آر سی کی گاڑی پر اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے۔ آئی سی آر سی نے بلوچستان میں اپنے صحت کے منصوبے ترک کر دیے اور انغو کے بعد دیگر این جی اوز نے بھی صوبے میں اپنا کام بند کر دیا۔

☆ این جی اوز اور ڈوپلمنٹ سیکٹر اداروں کے کام میں مشاورت کے بعد صرف پانی، صفائی، صحت اور تعلیم کے منصوبے شدید متاثر ہوئے ہیں۔ این جی اوز کے عملے کو اس وجہ سے انغو کیا گیا کیونکہ انغو کاروں کو یقین تھا کہ معمویوں کے ادارے تاوان ادا کریں گے اور وہ تاوان کی رقم کو اپنے ایجنسڈوں کے فروغ کے لیے استعمال میں لا سکیں۔

☆ بلوچستان میں دو برس قبل آباد کاروں پر دباؤ تھا، تاہم اب یہ لسانی، فرقہ وار اور مذہبی رنگ اختیار کر گیا ہے اور تو جہاں مرکز ہزارہ، پختون اور ہندو برادری ہے۔ فوج کی جانب سے نواب اکبر بگٹھ کے قتل کے بعد آباد کار عدم تحفظ کے باعث بلوچستان اور کوئی کئی علاقوں سے نقل مکانی کر گئے ہیں۔ جنگجوؤں کی ڈھنکیوں اور خوف وہر اس کا شکار آباد کاروں کی حالتِ زار کے باعث لینڈ مافیا نے بھی پیسے بنانے کی کوشش کی ہے۔ ہندو برادری کی بہت بڑی تعداد ڈریہ بگٹھ اور خضدار سے نقل مکانی کر گئی ہے۔ ان کی نقل مکانی کا سبب انغو ابرائے تاوان کے واقعات تھے۔ قلات میں ایک معروف ہندو مذہبی رہنمایوں کو انغو کر لیا گیا۔ ہندو ایک تاجر برادری ہے اور نوٹکی سے ہندو خاندانوں کی بھارت اور ڈیگر ممالک میں نقل مکانی سے مقامی تجارت تباہ ہو کر رہ گئی ہے۔ پختون تاجر اور تربت چھوڑ کر کوئی اور چن چلے گئے ہیں۔ تربت، پنجاب اور مکران آنے والے پنجابی سرائیکی اور سندھی مزدوں نقل مکانی کر گئے ہیں۔ ایک عشرہ قتل انغو ہونے والے پارسی رکن صوبائی اسمبلی فرید الدین آبادان تاحال لاپتہ ہیں۔ انغو کاروں نے ان کی رہائی کے عوض تاوان طلب کیا تھا۔ گرشنہ برس آبادان کی بیوی کو انغو کیا گیا اور 3 کروڑ روپے تاوان حاصل کر کے 9 ماہ بعد انہیں رہا کر دیا گیا۔ کوئی میں جناح روڈ پر مقیم 50 پارسی خاندان پاکستان سے نقل مکانی کر گئے ہیں۔

☆ لوگوں کے حقیقی نمائندے صوبائی حکومت سے باہر ہیں کیونکہ انہوں نے 2008 کے عام انتخابات کا بایکاٹ کیا تھا۔ اسمگلروں، مجرموں اور ملاؤں نے اس خلا کا فائدہ اٹھایا ہے۔

☆ بلوچستان میں مسائل اتنے نہیں تھے جتنے بنا دیے گئے ہیں۔ اگر ایک مسئلہ حل نہیں ہوتا تو اس سے حکومت کو دیگر ایسے مسائل حل نہ کرنے کا جواز نہیں مل جاتا جو بآسانی حاصل ہو سکتے ہیں۔ ہر کن صوبائی اسمبلی کے پاس 30 کروڑ روپے کے فنڈز ہیں جو وہ بغیر جواب دی یا شفافیت کے اپنی مشاکے ساتھ استعمال میں لاتے ہیں۔

☆ بلوچستان محکمہ تعلیم کی 5,000 نئی ملازمتوں میں سے 50 نیصد اُن لوگوں کو دی گئی ہیں جو پہلے ہی بہتر ملازمتوں پر بر اعتمان تھے

اور اب بغیر کچھ کام کیے بطور اساتذہ تھوڑا ہیں وصول کر رہے ہیں۔ مستحق بلوچ 5,000 میں سے 1,000 1 ملار میں حاصل کرنے سے بھی محروم رہے ہوں گے۔ اس کے باعث تعلیم یافتہ نوجوانوں کی پروگرام کرنے میں کوئی مدد نہیں ملی۔

بلوچستان کے مسائل کا حل کثیر جھتی ہے۔ مقامی سطح کی تلفیوں، مقامی شعبوں اور روزگار کے موقع پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ محدود توجہ سے منانج حاصل نہیں ہوں گے۔ خود لوگوں کے نمائندے کہنے والے قوم پرست لوگوں کی نمائندگی کس طرح کر سکتے ہیں اگر وہ انتخابات سے باہر رہیں۔

صرف چار گشیدہ افراد کی رہائی سے چیف جسٹس کو ملنے والے خراج تھیں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ثبت اقدامات کو ہمیشہ پذیرائی ملتی ہے۔

حکومت کی رٹ قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سکیورٹی ایجنسیوں کو نظم و ضبط کا پابند بنایا جائے۔ یہ لازمی ہے کہ جب کبھی کوئی خفیہ معلومات وصول ہوگی تو ضلعی محکمہ ریٹ اس کی صداقت کی چھان بین کرنے کا مجاز ہوگا۔ قانون کی رو سے تمام قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں ضلعی محکمہ ریٹ کی نگرانی میں کام کر رہی ہیں اور انہیں تمام گرفتار شدہ افراد کو سولیین حکام کے حوالے کرنا چاہیے۔ لوگ ایف سی کو اس لیے جری گشید گیوں کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں کیونکہ وہ غائب کرنے والے لوگوں کو وردی میں مجبوس دیکھتے ہیں۔ اگر وہ ایف سی کے اہلکار نہ ہوں تو فورس کو کہنا چاہیے کہون لوگ ان کی وردی میں یہ کارروائیاں کر رہے ہیں۔ لوگوں کے مسائل کے انسداد کے لیے مذاکرات اور بصیرت کا استعمال کیا جائے۔ بلوچستان کو درپیش مشکلات صرف ہلاکتوں اور ایف سی تک محدود نہیں ہیں۔ امن و عامہ کے مسائل کے بعد محرومی بہت بڑا مسئلہ ہے۔ نہ صرف یہ کہ دن ہی محفوظ نہیں بلکہ راتیں خصوصی طور پر لا قانونیت کا سامنا کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر خدار شام 7 بجے بند ہو جاتا ہے۔ سفر کرنے کا کوئی ذریعہ موجود نہیں کیونکہ مذکورہ وقت کے بعد ٹرانسپورٹ بند ہوتی ہے۔ سڑکیں خستہ حال ہیں اور ٹرین سروس محدود اور ناقابل بھروسہ ہے۔ سکیورٹی مسائل کے باعث ارکین پاریمان اپنے حلقوں کا دورہ نہیں کر سکتے۔ لیویز سٹم کے اچانک خاتمے سے امن و عامہ کی صورت حال بہتر نہیں ہوئی۔

صحافیوں کی رائے

ایک قبلی معاشرہ ہونے کی حیثیت سے، بلوچستان کا اپنا ایک خاص مزاج ہے اور جاری کشیدگی نے چیزوں کو مزید پیچیدہ کر دیا ہے۔ قوم پرست بغاوت کے علاوہ، صوبے میں طالبان اور شیعوں کے خلاف یک طرفہ فرقہ پرستی بھی پائی جاتی ہے۔ جاری کشیدگی کے صحافیوں پر شدید برداشت اثرات مرتب ہوئے ہیں اور وہ خفیہ اداروں، قوم پرست جنگجوؤں اور انہا پسند جنگجوؤں کے خوف اور دباو تکام کر رہے ہیں۔ ایسا نہ کرنے والوں کو دھمکیوں، اغوا یا تارگٹ کنگ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تمام

8-بلوچستان کا علاقہ اے اور بھی علاقہ جات میں تقسیم ہے۔ اے علاقہ جات کے حصے شہروں اور قبیوں کا احاطہ کرتے ہیں جبکہ بھی علاقہ جات میں شامل علاقے صوبے کے دیہاتی حصوں پر مشتمل ہیں۔ صوبے کے 90 فیصد سے زائد علاقہ کوئی علاقہ جات تراویدیا جاتا ہے۔ اے علاقہ جات میں امن و عامہ کی ذمہ داریاں پولیس کو سونپی گئی ہیں جبکہ بھی علاقہ جات میں یہ ذمہ داریاں لیویز پر عائد ہیں۔ لیویز ایک فورس ہے اور اس کے جماعتی کمپنی کی روایات و روایوں کا احترام کرنے کے باعث اس فورس نے جرائم کا مقابلہ کرنے میں بہتر انجح پیدا کیے ہیں۔ جزو پر ویز مشرف کے دور حکومت کے دران تمام بھی علاقہ جات کو اے علاقہ جات میں تبدیل کر دیا گیا تھا اور صوبہ بھر میں امن و عامہ کو برقرار رکھنے کا اختیار پولیس کو دیا گیا تھا۔ اٹھار ہویں ترمیم کے بعد بلوچستان کا بینیانے اس فیکے کو منسوخ کر دیا؛ بھی علاقہ جات سے پولیس کو داہیں بلا لیا گیا ہے اور وہاں لیویز فورس کو محل کر دیا ہے۔

فریقین کی یہ یقین ہے کہ صحافی اُن کے ذاتی میں اُن فرز کے علاوہ کسی اور حیثیت سے کام نہ کریں۔ کا عدم گروہ لشکر جھنگوی نے کہا ہے کہ کسی شیعہ کو پناہ دینے والا یہی کافر کو کافر نہ کہنے والا کافر ہے۔ طالبان نے ایک صحافی کو چھ صفحات کا ایک خطبہ بھجا جس میں حدیثیں بیان تھیں اور مطالبہ کیا کہ وہ صحافی اسے اپنے اخبار کے پہلے صفحے پر نمایاں طور پر شائع کرے۔ 2011ء کے اوائل سے لے کر اب تک 11 صحافیوں کو قتل کیا جا چکا ہے۔ قاتلوں کو سزا نہیں دی گئی۔ صحافیوں اور میڈیا کو درپیش تحفظ کے مسائل میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پر لیں کلبوں کے سامنے صحافیوں کے احتجاجی مظاہروں کا کوئی اثر نہیں پڑا۔

☆
مرکزی الیکٹرانک میڈیا نے کوئی میں اپنے دفاتر مخصوص رسی کارروائی کے طور پر قائم کیے ہوئے ہیں تاکہ وہ یہ ظاہر کر سکیں کہ انہوں نے وہاں اپنے دفاتر بنارکے ہیں۔ میڈیا تنظیمیں بلوچستان سے اشتہارات کی مد میں آمدنی کے حصول کی کوئی امید نہیں رکھتیں اور صوبے کو درپیش مسائل کی کوئی ترجیح میں دلچسپی نہیں رکھتیں۔

☆
میڈیا، سول سوسائٹی کا ایک اہم عنصر ہے۔ قومی پرنٹ میڈیا تنظیمیں اپنے مقامی ایڈیشنوں میں بلوچستان کو کوئی ترجیح دیتے ہیں مگر بلوچستان سے باہر شائع ہونے والے انہی تنظیموں کے ایڈیشن صوبے کے مرکزی اور اہم واقعات کے بارے عموماً ایک یادوں کا ملتوں سے زیادہ شائع نہیں کرتے۔

☆
چھوٹی اخبارات اپنے ملازموں کو معاوضہ بھی ادا نہیں کرتے۔ کوئی سے باہر نامندگان بغیر معاوضہ کے کام کرتے ہیں صرف اُس اثر و سوچ کی خاطر جو انہیں پر لیں کے کارڈ کی بدولت ملتا ہے۔

☆
جھنگ سے آ کفر قہ وارانہ قتل و غارت کا سبب بننے والے بلوچستان سے چلے گئے ہیں۔ اب خود کش بمباء بھی بلوچ ہے۔ تحریک طالبان پاکستان کے تاوان کی رقم میں کمی واقع ہوئی ہے۔

☆
اگر حکومت دلچسپی لے اور کوئی فیصلہ کرے تو پولیس اور ایف سی تب ہی اُس پر کارروائی کر سکتے ہیں۔ پولیس کا کہنا ہے کہ اگر وہ کسی مشکوک آدمی کو کہیں سے گرفتار کرتے ہیں تو حکومت اُسے رہا کر دیتی ہے۔ اس طرز عمل سے کوئی ادارہ بھی کام نہیں کر سکتا۔ حکومت کے پاس عزم کی کمی ہے۔

☆
لیوزن، قابلی مخالفتوں ہی کی طرح ہے۔ پولیس جرائم میں ملوث ہے اور انہا پسند پولیس میں سرایت کر گئے ہیں۔ حال ہی میں پولیس کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے دو انہا پسندوں کے بھائی ملکہ پولیس میں کام کرتے تھے۔ ایف سی نے شہریوں کو تحفظ فراہم کیا ہے مگر اس کے کردار کے حوالے سے تحفظات پائے جاتے ہیں۔

☆
بلوچستان سولیں کنٹرول کے ماتحت خیال کیا جاتا ہے اور اگر ایسا ہے تو تباہ پریشان صرف سولیں حکام کی درخواست پر ہو سکتا ہے اور ایجنسیاں اپنے ایما پر چھاپنے ہیں مارکتیں۔ صوبے کے 90 فیصد سے زائد علاقے کوئی علاقہ جات قرار دیا جاتا ہے۔ اُنے علاقہ جات میں امن و عامہ کی ذمہ داریاں پولیس کو سونپی گئی ہیں جبکہ بُلی علاقہ جات میں یہ ذمہ داریاں لیویز پر عائد ہیں۔ لیویز ایک فورس ہے اور اس کے حمایتی کہتے ہیں کہ قبائل کی روایات و رواجوں کا احترام کرنے کے باعث اس فورس نے جرائم کا مقابلہ کرنے میں بہتر نتائج پیدا کیے ہیں۔ جزو پرویز مشرف کے دور حکومت کے دوران، صوبے کے تمام بُلی علاقہ جات کو اُنے علاقہ جات میں تبدیل کر دیا گیا تھا اور صوبہ بھر میں امن و عامہ کو برقرار رکھنے کا اختیار پولیس کو دیا گیا تھا۔ اٹھارہویں ترمیم کے بعد،

بلوچستان کا بینہ نے اس فیصلے کو منسوخ کر دیا ہے، بی علاقہ جات سے پولیس کو واپس بلا لیا ہے اور وہاں یو یونیورسٹی کو بحال کر دیا ہے۔

گواہ سے لے کر ژوب تک تمام صوبہ بنیادی ڈھانچے سے محروم ہے۔ اس پر میتھرا دیکھ کر اکٹروں، نرسوں اور اساتذہ کی نقل مکانی کے باعث خدمات کے شعبے میں بھی خلاعہ در آیا ہے۔ جو مالی طور پر آسودہ ہیں انہوں نے کراچی اور لاہور کا رخ کر لیا، کہیں اور نہ سہی تو صوبے کے دوسرے علاقوں سے کوئی آگئے۔ این جی اوز کے عملہ کو نارگٹ بنایا گیا اور ان تنظیموں میں سے کئی نے کام بند کر دیا کچھ دیگر تنظیموں کی طرح بلوچستان روول سپورٹ پروگرام نے اپنے 108 ملازمین کو فارغ کر دیا۔

ایک صوبائی وزیر کہہ چکے ہیں کہ اغواء برائے توان کی وارداتوں میں وزراء ملوث رہے ہیں۔ اس بیان پر مجاز حکام نے کوئی ایکشن نہیں لیا۔ اگر وزیر موصوف جھوٹ بول رہے تھے تو انہیں عہدے سے ہٹایا جانا چاہئے تھا۔

مری اور لوئی قبائل کے درمیان چمالانگ میں مدت سے موجود جھگڑا متعدد جانیں لے چکا ہے اس جھگڑے کی وجہ سے ماضی میں کوئی نہیں نکلا جاسکا۔ اب یہاں سے کوئی نکالے جانا ایک ثابت اشارہ ہے۔ سکیورٹی فورسز کی کوششوں سے طے پانے والے معاملے کے بعد مقامی افراد کو یہاں نوکریاں مل رہی ہیں۔

مذہبی شدت پسندوں نے صحافیوں کو ہمکیاں دیں اور انہیں انتباہ کیا کہ ان کے ہاتھوں قتل ہونے والے افراد کو ہم شہید نہ لکھیں۔ ایک شدت پسند تنظیم کے ترجمان نے ٹیلی فون کر کے کہا کہ وہ اس کی میڈیا آر گنائزیشن کو تین بار انتباہ کر کے اسلامی جنت پوری کر چکے ہیں اور اب چوتھی بار انتباہ نہیں کیا جائے گا۔ کوئی کے ایک صحافی کا بیان

بلوچستان ہائیکورٹ بار ایسوی ایشن:

تحقیقاتی ٹیم بلوچستان کے دورہ کے دوران میں شہروں کے وکلاء سے ملی۔ کوئی میں ٹیم ممبر ان بلوچستان ہائیکورٹ بار ایسوی ایشن (بی ایچ سی بی اے) کے عہدیداروں سے ملے۔ ان عہدیداروں نے صوبے کے عدالتی نظام کو لاحق مسائل اور قصور و افراد کو سزاوں کی کم شرح سے آگاہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ صوبے کے ”بی“ ایریاز میں عدالتی نظام ناکام ہو چکا ہے اور وہاں صرف سرداری نظام نظر آتا ہے۔ تاہم کسی ایک قانون دان نے بھی یو یونیورس کے ایک دم بوریا بستر لپیٹنے کی حمایت نہیں کی۔ ان کے خیال میں یو یونیورسٹی سماجی رابطوں کی وجہ سے موثر ہے۔ ان کے خیال میں یو یونیورسٹم کو بتدریج ختم کیا جانا چاہیے اسے راتوں رات تبدیل نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ جزل پرو یونیورسٹ نے ایک دم لیویز کی جگہ پولیس کو لانے کی کوشش کی۔ ان قانون دانوں نے امن و امان کی صورتحال میں بہتری لانے اور اس بات پر بھی زور دیا کہ حکومتی شخصیات اور ریاستی ایجنسی اپنی طاقت کا غلط استعمال نہ کریں۔ انہوں نے اغواء برائے توان کے واقعات میں وزراء کے ملوث ہونے کی روپرٹ کا ذکر کرتے ہوئے کسی کارروائی کے نہ ہونے پر تجوہ کا اظہار کیا۔ انہوں نے زور دیا کہ ریاستی رٹ قائم کی جائے اور ان سب کو عدالت میں لاایا جائے جو شہر یوں کو قتل کرتے رہے ہیں

اساتذہ کی روادا:

مشن ارکان نے بلوچستان کے اساتذہ کے نمائندوں سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں بلوچستان پروفیسرز اور یونیورسٹیز ایسوی ایشن اور اعلیٰ تعلیم کے اداروں کے نمائندوں کی میٹنگ شامل تھے۔ انہوں نے ایچ آر سی پی کو بلوچستان کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پروگرام کرنے کی

دعوت دی اور زور دیا کہ طلباء اور اساتذہ سے بات پیش اور رابطوں کا سلسلہ ختم نہیں ہونا چاہیے۔ ان کی گفتگو کے بنیادی نکات حسب ذیل ہیں۔

☆ سال 2012 کو سال بلوجستان قرار دیا گیا تھا مگر کوئی ٹھوس چیز سامنے نہ آئی۔ تعلیم پر جس قدر توجہ کی ضرورت ہے وہ نہیں دی جا رہی۔ اس لئے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو رہے ہیں۔ یورو آف سرکلپشن کا ڈائریکٹر ایک ڈرائیور ٹیچر تھا۔ بلوجستان کو ہنرمند افرادی قوت کی ضرورت ہے۔ اٹھار ہویں ترمیم کے بعد جو خود مختاری دی گئی وہ صرف اس وقت مل سکتی ہے جب بلوجستان اس کے لئے خود تیار ہو۔ اب طلباء تنظیمیں بھی تعلیم چاہتی ہیں۔

☆ طلباء کو واپس کلاس روم میں لانا ایک چیز تھی۔ یہ والدین کی کوتاہی نہیں تھی کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیمی اداروں میں نہیں بھجو رہے تھے۔ حتیٰ کہ اساتذہ بھی تعلیمی اداروں میں داخل ہوتے ہوئے اپنی سلامتی کے متعلق خوفزدہ رہتے۔ اگر کوئی استاد اپنے فرانسیس کی ادائیگی کے دوران مرجاتا تو اس کے خاندان کو 20 لاکھ روپے کی امداد تازندگی تجوہ اور یوی یا ایک بچے کو ملازمت دی جاتی۔ تا ہم دن 2 بجے کے بعد گھر کو لوٹتے ہوئے مارے جانے والے اساتذہ کو ”آن ڈیوٹی“، قصور نہیں کیا جاتا اور نہ ہی ان کے خاندان کو کسی قسم کی امداد دی گئی۔

☆ ایک استاد طلباء کی زندگی میں تبدیلی کے اس مرحلے پر انہیں کس طرح ثبت اقدار سے روشناس کراستہ ہے جبکہ طالب علم پورے دو سال کلاس میں داخل نہ ہوا اور امتحان پاس کر کے ڈگری حاصل کر لے؟ لوگوں کے ذہنوں میں جڑیں بنانے والے غیر صحیح مند خیالات کا سامنا کرنے کیلئے کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ کوئی ایک بھی اصلاح احوال کے مقاضی معاملات کے حوالے سے اپنی کارکردگی کو مرکوز نہیں رکھ پایا۔

☆ حتیٰ کہ تعلیم سے متعلق ادنیٰ مسائل پر بھی توجہ نہیں دی گئی۔ سماج کے مختلف طبقات کے درمیان موجود نفرت کے خاتمه کیلئے کسی نوع کے اقدامات نظر نہیں آئے جس سے فیڈریشن کو ہم آہنگ اور مضبوط رکھنے میں عدم چیزی طاہر ہوتی ہے۔ ”ان کے دل اس طرف مائل نہیں،“ سکیورٹی فورسز، یورو و کری اور منتخب حکومت کا کردار ان سب امور کی تغیرہ داشت کرنا تھا۔

☆ نوجوان نسل اب بھی ملک کا حصہ رہنا چاہتی ہے۔ لوگ صرف اس صورت فیڈریشن میں رضا کارانہ طور پر ہیں گے جب انہیں معلوم ہو کہ اس طرح رہنا ان کے فائدہ میں ہو گا۔

☆ صوبے کے تمام دوسرے مسائل تصادم کی پرچھائی میں نظر سے او جمل ہوتے جا رہے ہیں۔ چیک پوسٹوں پر ناروا سلوک نفرت بڑھا رہا ہے۔ یہ سلسلہ رکنا چاہیے۔ بلوجستان سے ایف سی کی واپسی سے صورتحال بہتر ہو سکتی ہے۔ ہر طرف چوکیاں ہیں۔ آٹھ آٹھ سال کے بچے جانتے ہیں کہ طالبان کون ہیں اور کہاں ہیں۔ یہ بچے بارود کے دھماکے اور راکٹ حملے میں فرق بتا سکتے ہیں۔ بچے خوف کے ماحول میں پروش پا رہے ہیں۔ کئی ایک نے سکول جانے کے بجائے تھیاراٹھا لیے ہیں۔

☆ وزیر اعلیٰ صوبے میں خاص ضرورت پر ہی قدم رکھتے ہیں۔ میڈیا بلوجستان کے مسئلہ کا حل ایک گھنٹے میں نکالنے کی کوششیں کرتا ہے۔ صورتحال ابتر ہے اور یہ کہنا مشکل ہے کہ آئندہ دو سال تک تبدیلی ہو سکے گی۔

☆ ڈگری کا لج سریاب روڈ کوئی صوبے کا سب سے بڑا کالج ہے۔ یہاں 139 اساتذہ ہیں مگر اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا۔ اس

کالج میں 6 ہزار طلباء کی گنجائش ہے لیکن اس وقت صرف 2200 زیریتیم ہیں۔ نواب اکبر گٹھی کے قتل کے بعد یہ ادارہ ایک سال بند رہا تب وہاں 250 طلباء رہ گئے تھے۔

بلوچستان کے مسئلے کو سنجیدگی سے نہیں لیا گیا اور نہ ہی یہاں کے لوگوں سے بات چیت کی گئی۔ یہ حقوق کی جگہ تھی۔ اگر لوگوں کو ان کے حقوق دے دیتے جاتے تو کوئی جھگڑا کھڑا نہ ہوتا۔ یہاں محرومی کا احساس تھا۔ اب نوجوان سرداروں (قبائلی سربراہوں) کے زیر اشر نہیں رہے۔

پورے بلوچستان کی بھلی ضروریات کراچی اور لاہور میں بھلی کے لائن لاسٹر سے بھی کم ہے۔

وہاں اس قدر خوف کا عالم ہے کہ کوئی فرد اپنی ہی تنظیم کے نمائندے سے بھی بات کرتے ہوئے ڈرتا ہے۔ دوسری تنظیموں اور سیاسی جماعتوں سے تو اس سے بھی کم بات ہوتی ہے۔

آئین کی اٹھارویں ترمیم پر عمل اور صوبے کو مزید وسائل کی فراہمی کے بعد کرپشن بڑھ گئی ہے۔ تعلیمی اداروں کے پرنسپل سے ان کی ضروریات اور ان کی فراہمی کے متعلق پوچھنا نہیں جاتا۔ انہیں بغیر سوال کے بل پر دستخط کرنے کا کہا جاتا ہے۔

عسکریت پسند کوئی نہیں میں لوگوں کو اس وجہ سے قتل کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس طرح میڈیا پر زیادہ کورٹج ملے گی۔

کاروباری برادری کی مشکلات:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی ٹیکم کوئی نہیں میں کاروباری برادری کے نمائندوں سے ملی۔ ملک کی صورتحال پر یہ لوگ بہت بدلتھے۔ ان کا کہنا تھا کہ کوئی نہیں میں کاروبار تباہ ہو گیا ہے جبکہ صوبے کے دوسرے کسی علاقے میں اس پیمانے پر کاروبار شروع نہیں کیا جاسکتا۔

کاروبار صرف اس وقت نشوونما پاتے ہیں جب امن ہو۔ جبکہ بلوچستان میں لا قانونیت ہرگز رتے دن بندیوں کو کچھور ہی ہے۔ امن و امان کی ابتر حالت کے باعث کاروبار برہا راست اور بالواسطہ دونوں طرح سے متاثر ہو رہے ہیں۔ تاجرلوں کو لوٹ لیا جاتا ہے اور دکانوں سے یا گھر جاتے ہوئے ان کا اغوا ہوتا ہے۔ اغوا برائے تادا ان بڑھ گیا اور لوگ اغوا شدہ شخص کی رہائی کیلئے اپنے طور پر کوششیں کرتے ہیں۔ ان دونوں صوبے میں یہ سب سے فائدہ بخش کاروبار ہے۔ حتیٰ کہ مزدوروں کو بھی نہیں بخشا گیا۔ اکثر اوقات تادا ان کی رقم 5 لاکھ طلب کی جاتی ہے۔ چاہے کوئی کتنا ہی غریب ہو اور بھاؤ تاؤ کے بعد 50 ہزار میں معاملہ طے ہو جاتا ہے۔ صوبائی وزیر داخلہ کہہ چکے ہیں کہ ان معاملات میں صوبائی وزراء ملوث ہیں مگر اس پر کوئی کارروائی نہیں ہوتی۔ نیب نے کسی کو کپڑا اور نہ ہی عوام اور میڈیا کے سامنے کسی کو لایا گیا۔ اسے فقط حکومت کی نااہلی یا عدم دلچسپی ہی کہا جاسکتا ہے۔

مختلف طبقات کی اپیل پر ہر تالیں اور اغوا تلقی کے خلاف تاجرلوں کا احتجاج معمول ہے۔ عام طور پر کاروباری ایام کی نسبت ایک مہینے میں ہر تالوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔

صوبے میں پرچون کا کاروبار کسی حد تک چل رہا ہے مگر ہول سیل کاروبار صوبے کے باہر سے سپلائی متاثر ہونے کی وجہ سے بری حالت میں ہے۔ نقل و حمل میں مشکلات نے کاروبار کو بہت متاثر کیا ہے۔ شاہراہیں غیر محفوظ ہیں اور تاجر صوبے سے باہر سپلائی کے لئے فکر مندر ہتھی ہیں۔ کراچی، لاہور اور اسلام آباد جیسے بڑے شہروں سے تاجر بلوچستان یا کوئی نہیں آتے۔ افغانستان سے

کاروباری کیونٹی کے نمائندے ائم آری یی مشن کے ساتھ مینگ کر رہے ہیں

تجارت کے چشمے خشک ہو چکے ہیں۔ بلوچستان سے تاجروں کا کراچی، سندھ یا مگر صوبوں کے لئے سفر انہائی پر خطر ہو چکا ہے۔ پانچ چھ سال قبل ڈرین کا سفر کسی حد تک نسبتاً محفوظ تھا مگر اب وہ بھی ایسا نہیں رہا۔ بلوچستان سے جہازوں کی پروازیں دوسرے صوبوں کی نسبت کم اور مہنگی ہیں۔

☆

سکیورٹی کی صورتحال اور ٹارگٹ ملک کے باعث ایران جانے والے زائرین کی تعداد کم ہو چکی ہے۔ مزید براں یہ کہ خفافٹی پہلو سے زائرین کواب کوئی سے باہر کھا جاتا ہے۔ اس سے پہلے ہر روز اوس طاد وہزار کے لگ بھگ زائرین کوئی آتے تھے۔ اس وجہ سے شہر کے بہت سے ہوٹل خالی ہٹے ہیں۔ سیاحت سے منسلک کاروبار ختم ہو گئے ہیں۔

☆

ایسے کاروباری حضرات جو صلاحیت اور استعداد رکھتے ہیں وہ دوسرے صوبوں یا یورون ملک نقل مکانی کر گئے ہیں۔ اگر کوئی حکمت عملی اپنائی جاتی تو یہ مسائل طے کئے جاسکتے تھے۔ صوبے میں سیاسی مسئلہ ہے جس کا سیاسی انداز میں حل ڈھونڈا جاسکتا ہے مگر یہ حل اغوا، بھلی کی کمی اور عومنی لاقانونیت کو ختم نہیں کر سکتا۔ سیاسی مسئلہ نے بھی حکام کو ان مسائل پر توجہ دینے سے نہیں روکا۔

زمیندار طبقے کی مشکلات:

تحقیقاتی ٹیم نے کوئی میں زراعت پیشہ افراد کے نمائندوں سے ملاقات کی تاکہ ان کے تحفظات اور مشکلات سے آگاہی مل سکے۔
بلوچستان زمیندار ایکشن کمیٹی کے رہنماء بھی اس گفتگو میں شریک ہوئے۔

☆

اگر معاشی حالات بہتر ہوں تو صوبے کی سیاسی فضایا بھی بہتر ہو گی۔ بلوچستان پاکستان کے مجموعی رقمہ کا نصف ہونے کے باوجود چھ دہائیوں سے زائد عرصہ سے نظر انداز چلا آ رہا ہے۔ صوبے کی معيشت کا 70 فیصد زراعت پر احصار ہے۔ متواتر سوکھا پڑنے سے زیریز میں پانی کی سطح نیچے گری ہے۔ آپاشی اور دیگر ضروریات کے لئے درکار پانی کو 700 فٹ کی گہرائی سے نکالنا پڑتا ہے۔ کھنیت باڑی سے وابستہ لوگوں کو مویشیوں اور گھر بیلو ضروریات کے لئے تکمیل طور پر ٹیوب ویلوں پر احصار کرنا پڑتا ہے۔ طویل لوڈ شیڈنگ کے باعث اکثر دن میں دو گھنٹے سے زائد ٹیوب ویل چلانا ممکن نہیں ہوتا۔ جنگجوؤں کی جانب سے بر قی تنصیبات کو نشانہ بنائے جانے کی وجہ سے یہ صورتحال اور بھی خراب ہو جاتی ہے۔

☆

پنجاب میں سالانہ تین فصلوں کی نسبت بلوچستان میں صرف ایک سیزن ہوتا ہے۔ پنجاب میں جب لوڈ شیڈنگ کا دورانیہ 8 سے 10 گھنٹے روزانہ ہوا تو بڑے بیانے پر احتیاجی مظاہرے ہوئے جن میں سرکاری املاک کو تباہ کیا گیا۔ بلوچستان میں پورے دن میں دو گھنٹے بھلی فراہم کر کے لوگوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ نیشنل ہائی وے سمیت شاہراوؤں کو بند کر دیں مگر کسی نے نوٹس نہ لیا۔ بلوچستان میں رونما ایسے واقعات کو الیکٹرائیک میڈیا قومی سطح پر اجاگر نہیں کرتا۔

☆

بلوچستان میں بھلی کے پیداواری منصوبے شروع نہیں کئے گئے۔ صوبے کو مجموعی طور پر صرف 595 میگاوات بھلی فراہم کی گئی جس میں سے 500 میگاوات گھر بیلو صارفین استعمال کرتے ہیں۔ کھنیت باڑی سمیت دیگر ضروریات کے لئے بہت کم بھلی پختی ہے۔ ملک میں آزمائشی ایٹمی دھماکوں کے لئے منتخب ہونے کی وجہ سے یہاں شہی اور ہوائی وسائل سے بھلی پیدا کرنے کی طرف توجہ دی جانی چاہیے تھی۔ اب بھی اس طرف دھیان دیا جا سکتا ہے۔ بلوچستان میں بھلی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ایران کی طرف سے 1000 میگاوات بھلی کی فراہمی کی پیشکش قبول کر لینی چاہیے۔

☆

صوبے کے کاشت کار سالانہ ایک ملین میٹر کٹن سیب پیدا کرتے ہیں مگر سہولیات کی کمی کے باعث صرف 10 ہزار میٹر کٹن بھی برآمد کیا جاتا ہے۔ 0.4 ملین کٹن اعلیٰ معیار بھجوریں صوبے میں جدید پیکنگ سہولیات کی عدم دستیابی کے باعث ضائع ہو جاتی ہے۔

۔

☆

زمیندار ایکشن کمیٹی کے رہنماؤں نے اپنے مسائل سیاسی لیڈروں تک پہنچائے۔ انہوں نے صدر مملکت، وزیر اعظم اور اپوزیشن لیڈر کو بھی آگاہ کیا لیکن کوئی ثابت نتیجہ نہیں نکلا۔ بلوچستان میں 1997ء اور 2005ء کے درمیان بدترین قحط سالی رہی۔ اس سے 3225 کار بیز، 3645 کھلے کنوں میں اور ٹیوب ویل خشک ہو گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ 4.5 ملین بھلوں کے درخت بر باد اور 7.5 ملین مویشی ہلاک ہو گئے۔ جزل پرویز مشرف کے دور میں صوبے میں 1215 ٹیوب ویل لگانے کی منظوری دی گئی۔ مگر منتخب ملاؤں اور دوسرے افراد نے یہ ٹیوب ویل اپنے مدرسوں اور گھروں میں نصب کر لیے۔ برطانوی عہد میں ایک ٹیوب ویل دوسرے ٹیوب ویل سے ایک خاص فاصلے پر نصب کیا جاتا تھا۔ اس کے لئے حکام کی طرف سے این اوی (اعتراف نہ ہونے کا سٹھونکیٹ) لازمی تھا۔ ان قواعد پر اب عمل نہیں ہوتا۔

☆

بھلی، پانی اور زراعت کی ضروریات اور فروٹ پیکنگ سہولیات کی فراہمی کی خاطر ملک بھر کا ترقیاتی فنڈ ایک سال کے لئے بلوچستان کو دیدیا جائے۔

- ☆
- کراچی میں تند کے دوران ہلاکتوں نے بلوچستان پر مقنی اثرات مرتب کئے ہیں۔ ہر ماہ کراچی میں تند کے نتیجے میں مرنے والے 20 افراد کی لاشیں بلوچستان آ رہی ہیں۔
- ☆
- اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں طلباء کو مطلوب تعلیم نہیں مل رہی۔ صوبے میں مائنگ انجینئر گ انسٹری ٹیشن نہیں۔ مستوگ میں موجود اکلوتی دون مل بند ہو چکی ہے۔ کوئی بولاں ٹیکسٹائل مل پر بھی تالے پڑے ہیں۔
- ☆
- بلوچستان کی زمینیں باہر سے آنے والوں اور مسلح افواج کے افران کو الٹ کی جاتی رہی ہیں۔ مقامی آبادی نسل ان زمینوں پر کاشت کاری کرنے کے باوجود بے زین رہی۔ اب یہ بے زمین کا شکار زمینوں کی الامنت کی مراجحت کر رہے ہیں۔

مستونگ میں مشن کی سرگرمیاں:

حقائق کی تلاش میں ٹیم نے ضلع مستونگ کا دورہ کیا جہاں ڈسٹرکٹ بار ایسوی ایشن سیاسی جماعتوں اور مذہبی اقلیتوں کے نمائندوں کے ساتھ نشست رکھی گئی۔ تمام شرکاء نے سب سے پہلے جو معاملہ اٹھایا وہ شدت پکڑتے ہوئے تشدید کا تھا۔ عدم تحفظ اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں معمول ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ عوام محفوظ نہیں۔ وکلاء تاجر سیاسی کارکن اور دیپاڑی دار مزدور تک نہیں جانتے کہ گھر سے نکلے تو زندہ واپسی ہو سکے گی یا نہیں۔ حکومتی رٹ کہیں نہیں معاملات، ایف سی پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ ایک سیاسی کارکن کا کہنا تھا کہ حکومتی عملداری صرف سیاسی کارکنوں پر عائد ہے جنہیں گھروں تک محدود کر دیا گیا ہے جبکہ ڈاک اور لیٹریرے کھلے عام دنناتے پھرتے ہیں۔

وکلاء کا کہنا تھا کہ خطرات کے باوجود مستونگ بارے جھوں کی بحالی کے لئے تحریک کی حمایت کی۔ انہوں نے بتایا کہ وکلاء کو جبراً غائب کیا جا رہا ہے مگر حکومت اس طرف دھیان نہیں دے رہی۔ شرکاء نے چیف جسٹس سپریم کورٹ کی طرف سے بلوچستان میں عدالتی ساعت کو سراہتا ہم کچھ لوگوں کے خیال میں مجھنے ایک عالمی کارروائی تھی۔ بعض وکلاء کی رائے میں چیف جسٹس کی بلوچستان آمد بہت تاخیر سے ہوئی جبکہ چند لوگ اس امر پر اظہار تجہیز کر رہے تھے کہ اس حوالے سے کوئی منصوبہ کس طرح دیر پا ہوگا اور عدالتی احکامات پر عملدرآمد کوں کرائے گا؟ اکثر کا کہنا تھا کہ اگر سپریم کورٹ کا مinch جلد کوئی آیا تو کئی لاپتہ افراد کی زندگی بچائی جاسکے گی۔ شرکاء نے بتایا کہ سال 2011ء کے دوران مستونگ میں ٹارگٹ کلنگ اور چلنی لاشوں کوڈ مپ کرنے کے 97 واقعات سامنے آئے۔

ایک اور معاملہ جو سامنے آیا وہ لوگوں کی معاشری سماجی محرومی ہے۔ سیاستدانوں کے عمومی طریقہ عمل کا تعلق ترقیاتی عمل سے محرومی جاری ترقیاتی منصوبوں پر تنقید اور بے تحاشا کرپشن کے دعوؤں سے رہا ہے۔ کئی شرکاء کا کہنا تھا کہ نہ کچھ جمہوریت نے بدلا اور نہ ہی اٹھا رہیں تریم کے تحت اختیارات کی منتقلی کا ثابت نہیں کیا۔ ایک مندوب نے ترقیاتی کاموں میں گھپلوں کی بات کرتے ہوئے کہا کہ اربوں روپے خرچ کر دیئے گئے مگر گز کانچ کی بس اور ایسوبولینس کے لئے ڈیزیل نہیں اور مقامی ہسپتاں میں زچکی وارڈ نہیں۔

شہر میں اس قدر ہر تالیں ہوتی ہیں کہ لوگ اپنا کار و بار بند کر رہے ہیں۔ زراعت اور روزی روٹی کے دوسرا سائل بر باد ہو چکے ہیں۔ بھلی صرف چھ گھنٹے روزانہ فراہم کی جاتی ہے اور وہ بھی بہت کم ولیٹ کے ساتھ۔ بدترین لوڈ شیڈنگ کی موجودگی میں کاشتکاروں کو 600 فٹ گھرائی سے پانی نکالنے کا مشکل ہدف پورا کرنا ہوتا ہے۔

وکلاء حضرات کا کہنا تھا کہ حقوق کی بات کرنا بغاوت نہیں۔ ملک کو بہر طور آئین کے مطابق چلایا جانا چاہئے۔ وہ آئین جو بنیادی

حقوق کی حفاظت دیتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں عمومی اور بلوچستان میں خاص طور پر آئینے پا مال کیا جا رہا ہے۔ لوگ یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ ریاست اپنے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق خود چلنے کو تیار نہیں۔ مستونگ میں کہیں حکومتی عملداری نہیں۔ ایک تھانے کے ایس اجھ اکو پولیس ٹیشن کے سامنے قتل کر دیا گیا۔ لوگوں کو دن دیہاڑے لوٹا جا رہا ہے اور ہندوؤں کو تاداں کے لئے اخوا کیا جا رہا ہے۔ صوبائی اسمبلی میں اپوزیشن کا وجود نہیں۔ صرف ایک اپوزیشن رکن ہے جو اسمبلی اجلاس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ صوبائی حکومت تمام پولیس فورس اور لیوی 65 ارکان صوبائی اسمبلی کی حفاظت پر مامور ہیں جو اپنے علاقوں میں جاسکتے ہیں اور نہ ان کا عوام سے کوئی رابطہ ہے۔

ایک پرندہ بھی اپنا ٹھکانہ چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتا۔ صرف ہندو ایسا کر رہے ہیں کیونکہ ہمیں ایسا کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے ہم جو یہاں اب بھی آباد ہیں اس امید پر یہاں نکلے ہوئے ہیں کہ امن و امان کا دگرگوں مسئلہ آخر کا حل ہو جائے گا..... ہندو بودھی کے ایک رکن کا اظہار خیال

سیاسی کارکنوں کا کہنا ہے کہ قوم پرست جماعتیں پارلیمنٹ میں نہیں اس لئے ان کا کردار محدود ہے مگر انہوں نے احتجاج کے ذریعے اپنی آواز بلند کرنے اور انسانی حقوق کی تنظیموں کو متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ وکلاء نے شکایت کی کہ مستونگ کے جو ڈیشن افسران کو دوسرے علاقوں کے عدالتی افسران کی طرح یوپلیٹی الاؤنس نہیں دیا جاتا۔ انہوں نے بتایا کہ عدالتوں میں کئی اسامیاں خالی ہیں جس کی وجہ سے مقدمات التواء کا شکار ہوتے ہیں۔

ایک شریک گفتگو کا کہنا تھا کہ پاکستان بھر کے لوگوں کو یہ سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ آخروہ کیا اسباب ہیں جن کے باعث پڑھے لکھنے نوجوان تشدد کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ نوجوانوں کو سماج سے کاٹ دیا گیا ہے مگر ہمیشہ سے ایسا نہیں تھا۔ کسی کی شناخت ظاہر کئے بغیر اس کا کہنا تھا کہ اگر گولڈ میڈل سٹ طالب علموں کو اٹھالیا جائے، ان پر تشدد کیا جائے اور ان پر بکری چوری جیسے مقدمات بنا دیئے جائیں تو کئی نوجوان بندوقیں اٹھا لیں گے۔ گفتگو مسئلے کے حل کیلئے قانون کے استعمال پر مرکوز رہی اور شرکاء نے مطالبه کیا کہ ریاست مخالف عناصر سے قانون اور آئین کے مطابق نمٹا جائے نہ کہ ماوراء عدالت قتل کے ذریعے یہ معاملہ طے کیا جائے۔ ”ریاست مخالف“ ہونا بدترین جرم ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے بھی قوانین موجود ہیں۔ یہ مستونگ ڈسٹرکٹ بار کے ایک رکن کی رائے تھی۔ اس طرح ایک نوجوان طالب علم کا کہنا تھا کہ اس کے بھائی کو ایجنسیوں نے اٹھالیا۔ اس پر تشدد کیا اور وہ حال ہی میں گھرو اپس لوٹا ہے۔

اکثر افراد کی رائے میں امن و امان کی حالت اس درجہ دگرگوں ہے کہ منتخب سیاسی نمائندے بشمول وزیر اعلیٰ اپنے حلقہ انتخاب کا دور نہیں کرتے کیونکہ ان کی سلامتی کو خطرہ ہے۔ پاکستان پبلیک پارٹی کے ایک کارکن جس سے وزیر اعلیٰ بلوچستان کا بھی تعلق ہے، نے عوامی نمائندوں کو لاحق خطرات سے آگاہ کیا۔ ان کے بقول تمام سیاسی سرگرمیاں م uphol ہو کر رہ گئی ہیں۔ حکومت کی عملداری عنقاء ہے اور بدمانی نے ترقیاتی کام کو بھی متاثر کیا ہے۔ بلوچ اکثریت کے کئی علاقوں میں پاکستانی پر چم لہرایا نہیں جا سکتا۔ وزیر اعلیٰ اپنے حلقہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ان کے سنتجھ کو مقامی فٹ بال سٹیڈیم میں ایک محلے کے درواز قتل کیا جا چکا ہے۔

بلوچستان نیشنل پارٹی (بی این پی) کی سنٹرل ایگزیکٹو کمیٹی کے ایک رکن کا کہنا تھا کہ مہذب ممالک میں عوام کی صحت اور زندگی اہم ہوتی ہیں۔ بلوچستان میں لوگوں کی صحت تعلیم اور روزگار کی حالت دیکھ کر ریاست کی کارکردگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ تعلیمی ادارے خالی پڑے ہیں۔

شرکاء سے جب سوال کیا گیا کہ کیا اختیارات کی صوبوں کو منتقلی کے بعد انتظامی لحاظ سے کوئی فرق سامنے آیا تو ان کا جواب تھا کہ

لوگوں کو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا اور جب پوچھا گیا کہ کیا اگلے انتخابات میں حقیقی نمائندے آگے بڑھ کر مسائل حل کرنے کی ذمہ داری اٹھائیں گے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے سیاسی رہنماؤں نے کہا کہ سیاسی قوتوں نے اپنی جدوجہد ترک نہیں کی اور اگر بی این پی اور بیشنس پارٹی نے اتحاد کر کے مقابلہ کیا تو 2008ء کے انتخابات کے بعد اقتدار کے مزے لینے والے لوکل بادیز ایکشن بھی نہیں جیت سکیں گے۔ سیاستدانوں نے آزاد ایکشن کمیشن، منظہم دھاندلی کے انسداد اور قومی و بین الاقوامی مبصرین کے ذریعے نگرانی کو یقینی بنانے کا مطالبہ کیا تاکہ ایجنسیوں کی مداخلت نہ ہو اور عوامی مینڈیٹ ہائی جیک نہ ہو سکے۔

یہ بہت افلاس زدہ علاقہ ہے۔ طالب علموں کو بھی اپنے خاندان کی کفالت کیلئے کمانا پڑتا ہے۔ وہ تعلیم کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ نہ ہی خاندان کیلئے کچھ کام کر سکتا ہے۔ ایسے مختین شخص کو کیا مصیبت پڑی کہ وہ اپنا گھر اور خاندان چھوڑ دے؟ کون ہے جو آسائش کی زندگی چھوڑ کر پہاڑوں پر جا بیٹھے؟ اس کی کچھ جو ہات تو ہوں گی..... مستونگ کے ایک سیاسی کارکن کا بیان

مقامی ہندو آبادی کے ایک نمائندے کا کہنا تھا کہ مستونگ میں ہندو صدیوں سے آباد ہیں۔ اب ہندو خاندان سکیورٹی کی صورتحال کے باعث علاقہ چھوڑ رہے ہیں۔ یہ معاملہ سیاسی نہیں بلکہ اس کا تعلق تندید کے ساتھ ہے۔ حالیہ واقعات میں ہندوؤں کی دکانیں لوٹیں گئیں اور انیں تاداں کیلئے انوکھا کیا گیا۔ 35 خاندان مستونگ سے نقل مکانی کر گئے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ مذہبی اقلیتوں کے لئے مخصوص 5 فیصد کوٹے پر عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ مستونگ میں نوسرازوں اور پوروں سے نہ شمشان گھاٹ محفوظ ہے نہ کوئی مندر۔

سارے شہر کا کچھ امہاد یومندر کے باہر پھینکا جاتا ہے۔ ڈی سی اونے یہاں کوڑا کر کت پھینکنے پر پابندی کا حکم دیا ہے مگر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس نمائندے کا کہنا تھا کہ مستونگ ایک جانب علیحدگی پسندوں اور یا سی ایجنسیوں کے درمیان اڑائی اور دوسری طرف لشکر جہنگوی کے عسکریت پسندوں کی وجہ سے متاثر ہوا ہے۔

اگر پولیس اور قانون نافذ کرنے والے ادارے قانون کی پاسداری نہیں کرتے تو عوام کیا کریں؟ خدا کے بعد یہاں قانون کی عدالتیں ہیں۔ کیا کیا جائے اگر عدالتی احکامات پر عمل نہیں کیا جاتا؟..... مستونگ ڈسٹرکٹ بار ایسوی ایشن کے ایک رکن کا بیان

مسیحی برادری کے ایک نمائندے نے بھی فرقہ وارانہ اور غیر علیحدگی پسندانہ تشدد اور ہلاکتوں پر بات کی۔ اس نے 2011ء میں مستونگ میں ایک ایف سی چیک پوسٹ کے قریب دودر جن سے زائد شیعہ زائرین کی ہلاکتوں کا حوالہ دیا۔ خیر پختونخواہ سے تشدد کی یہ لہر بلوجستان کو لپیٹ میں لے رہی ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ اقلیتوں کو مساوات کا کلچر نہیں ملا۔ شرکاء کا مانا تھا کہ بلوجستان میں امن و امان کی حالت جان بوجھ کر خراب کی جاتی ہے جبکہ جرام پیشہ افراد کو انواع اور قتل کی چھوٹ ملی ہوتی ہے۔ بلوچ پیٹ کے علاقوں میں بدترین غربت ہے۔ یہاں تعلیمی اور سماجی نظم کو بر باد کیا گیا ہے۔

مسائل حل ہو سکتے ہیں اگر انہیں حل کرنے کی نیت ہو۔ بلوجستان کے حصوں میں بغاوت مسئلہ ہو سکتی ہے مگر اسے امن و امان کی عمومی ناکامی کا جواز نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کوئی میں ہر طرف سکیورٹی ہے اور پھر بھی لوگ تاداں کیلئے انوکھا ہو رہے ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی کیا کہہ سکتا ہے؟ حکومت میں شامل لوگ اس معاہلے میں کیوں چپ ہیں؟ برس اقتدار لوگ جرام میں ملوث ہیں..... ایک سیاسی کارکن کا بیان

مشن کی پشین میں سرگرمیاں:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی تحقیقاتی ٹیم نے پختون اکثریتی ضلع پشین کا دورہ کیا۔ یہاں اے این پی، بی این پی، پی پی پی کے ایم پی، جو یوائی جیسی سیاسی جماعتوں کے نمائندوں، دکاء، صحافیوں اور سماجی کارکنوں سے ملاقات کے دوران معاشی مشکلات، ترقیاتی کاموں میں بدعنوی، صحت اور تغییریں سہولیات کے فقدان اور امن و امان کی گہڑتی حالت خصوصاً اغواء برائے تاوان کے بڑھتے واقعات کے متعلق ان نمائندوں کے تحفظات و خدشات سے آگاہی حاصل کی۔

شرکاء کا کہنا تھا کہ بنیادی خرابی بدامنی اور لا قانونیت ہے۔ ایف سی، پولیس اور ہائی وے پولیس کی موجودگی میں بھی جرائم کی شدت کم نہیں ہو رہی۔ ”بی“ درجہ کے علاقوں میں لیویز تعینات ہے۔ بعض شرکاء کی رائے میں یہ ایک غیر تربیت یافتہ قبائلی فورس ہے جسے یہ تک معلوم نہیں کہ مقدمہ کیسے درج کیا جاتا ہے یا بیان کیسے لیا جائے۔ جبکہ بعض کی رائے میں یہ مقامی اقدار کی حامل اور مقامی فورس ہے۔ شرکاء کا کہنا تھا کہ حکومت جان بو جھ کر مسئلے کی طرف توجہ نہیں دے رہی اس لئے لیوی سسٹم ناکام ہو رہا ہے۔

پختونخواہ ملی عوامی پارٹی (پی کے ایم اے پی) کے نمائندے کا کہنا تھا کہ فیدریشن اسی وقت مضبوط اور مستحکم ہو سکتی ہے۔ جب تمام قومیوں کے حقوق کا احترام کیا جائے۔ اس نے کہا کہ ابتداء میں صوبے کے امراء اور محرومین کے درمیان طبقاتی تصادم تھا۔ یہ سانی یا انلی امتیاز کا سوال نہیں تھا۔ بلوچستان اور برطانوی بلوچستان کو الگ الگ کر کے دیکھنا چاہیے۔ بلوچستان میں بلوج مسئلہ موجود ہے۔ مگر اس صوبے کی پختون آبادی کے مسائل بڑھ چکے ہیں۔ پختون مطالبة کرتے ہیں کہ جب تک ان کا الحاق پشاور سے نہیں ہوتا انہیں بلوچستان میں الگ صوبہ بنا کر دیا جائے۔ انہوں نے مطالبه کیا کہ ان کے لئے ہیون رائٹس کمیشن پاکستان کا الگ ذفتر بنایا جائے جسے وہ جنوبی پختونخواہ کا نام دیتے ہیں۔ 2008ء کے عام انتخابات کا بایکاٹ کرنے والی جماعتوں کے رہنماء کہتے ہیں کہ سیاست میں حکومتی ایجنسیوں کا کردار ختم ہونا چاہیے۔ ان کے خیال میں حالات بھی رہے تو آئندہ انتخابات میں بھی انہی کیلئے ماحول سازگار ہو گا جو ایجنسیوں کے منظور نظر ہوں گے۔

شرکاء نے وزرائے امور خارجہ کے متعلق بھی تحفظات کا اظہار کیا۔

عوامی پیشیل پارٹی (اے این پی) کے ایک نمائندے کا کہنا تھا کہ بلوچستان کا مسئلہ راتوں رات پیدا نہیں ہوا اور علاقہ 1928ء کی گریٹ یگم کے اثرات سے ابھی تک متاثر ہوا ہے۔ جب کوئی تعلیم حاصل کرنے کیلئے ان علاقوں سے کاہل جاتا تو مساجد سے اعلان کردیا جاتا کہ وہ کمیونٹ ہو گیا ہے۔

پیشین میں سول سو سالی کے کارکن اینی آرائکا اظہار کر رہے ہیں

بعض سیاسی کارکنوں نے پرچوش انداز میں کراچی میں پختونوں کی ہلاکتوں پر بات کی اور اس کا ذمہ دار کراچی میں غلبہ رکھنے والی ایک سیاسی جماعت کو ٹھہرایا۔ ان کے خیال میں یہ ایک دہشت گرد جماعت ہے جو حقیقی عوامی حمایت سے محروم ہے مگر وہاں اپنی اجارہ داری چاہتی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ لگ بھگ ہر ہفتہ کراچی میں مزدوروں اور سڑک کنارے ہوٹلوں پر کام کرنے والوں کی لاشیں پیشیں آتی ہیں۔ ان لوگوں کا کسی سے کوئی جھگڑا نہیں۔ ان کی رائے میں سیاسی اتحادیوں کی نالائقی نے کراچی میں قاتلوں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔

انہوں نے سکولوں میں اساتذہ کی کمی اور فرنچیز کی عدم موجودگی کا معاملہ اٹھایا۔ ایک قانون دان نے بتایا کہ ڈسٹرکٹ قلعہ عبداللہ میں 32 ہائی سکولوں میں سے 25 سکول ہیڈ ماسٹروں سے محروم ہیں۔ پیچاں فیصد سکولوں میں استاذ نہیں اور باقی بہت سوں میں چھتیں اور فرنچیز نہیں۔ شرکاء کا کہنا تھا کہ طلباء کو مستیاب و ظائف کے متعلق نہیں بتایا جاتا اور نہ ہی پیشین کے طلباء کو تعلیمی و ظائف دیے جا رہے ہیں۔ ایسے مسائل کی نشاندہی کرنے والے افراد نے یہ اڑام بھی عائد کیا کہ بلوچستان کے ترقیاتی فیڈریشن میں بد عنوانی ہو رہی ہے۔

شرکاء نے بڑھتی ہوئی طالبان از پیش پرتویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ صورتحال مزید بگڑ رہی ہے۔ ”اس طالباني ماحول میں ہم تعلیم کی بات نہیں کر سکتے۔ جب تک نفرت پہنچ پالیسیاں جاری رہیں گی اس سرزی میں پر امن ممکن نہیں۔ بلوچستان، پاکستان اور افغانستان میں امن نہیں طوع ہو گا“، ایک شرکیک گفتگو نے کہا کہ ”سول انتظامیہ مظلوموں اور شدت پسندوں کے نشانہ بننے والوں کی دادرسی نہیں کرتی۔ جس کے پاس کلاشکوف ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ باقی لوگ اس سے بڑے بدمعاش کی پناہ لے کر وقت گزارتے ہیں۔ قانون پسند شہری پولیس تھانے کا رخ کرتے ہوئے گھبراتے ہیں کیونکہ وہاں بدمعاشوں کی حکومت ہے۔

سکیورٹی کی صورتحال پر بات کرتے ہوئے شرکاء نے ایجنسیوں کے مقنی کردار کا حوالہ دیا۔ بعض کا کہنا تھا کہ دراصل اخوا برائے تاؤان کے واقعات میں ایجنسیاں ملوث ہیں۔ علاقے میں عسکریت پسندوں کے تربیت کیمپوں پر بات کرتے ہوئے بتایا گیا کہ پیر علیریٰ جنگ جنگجوؤں کے لئے جنت ہے۔ دسمبر 2011ء کو پیشین سے بلوچستان روول سپورٹ پروگرام کا عملہ اخواع کر لیا گیا۔ اس عملکارہ کو وزیرستان

منتقل کیا گیا جہاں تاوان کے مطالبات پورا نہ ہونے پر انواعِ شدگان میں سے ایک کو قتل کر دیا گیا۔ پیشین کے کاٹ اور اچھزیٰ قبائل میں جرام م پیشہ اور نوسرازوں کے چھوٹے چھوٹے گروہوں کو ایجنسیوں کی پشت پناہی حاصل ہے۔

بلوچستان کی حکومت پر نرم ترین الفاظ میں تقدیر کرتے ہوئے سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کا کہنا تھا کہ حکومت بصیرت سے محروم ہے۔ سرکاری ملازمان کے ذاتی ملازم ہیں۔ پارلیمنٹ نے ان لوگوں کو کسی گنگانی کے بغیر ان کی صوابید پر ترقیاتی فنڈز دے رکھے ہیں۔ شرکاء کا کہنا تھا کہ پیشین کے پارلیمنٹریز نے قومی اسٹبلی میں کبھی اس ضلع کے لئے آواز بلند نہیں کی۔ ایک سیاستدان نے بتایا کہ یہاں گورنمنٹ کی ترجیحات یہ ہیں کہ اگرچہ اکثر مضافات اور بدنی کے شکار علاقوں میں سکیورٹی والے موجود ہوتے ہیں مگر کم خطرناک علاقوں میں اساتذہ نہیں ہیں۔ شرکاء نے گلہ کیا کہ لوگ پختونوں کو دہشت گرد کہہ کر بلا رہے ہیں۔ یہ بات زیادہ پرانی نہیں جب ریاست اور اس کے بین الاقوامی دوستوں نے خود چند لوگوں کو تھیار دیئے اور ان کو اسلام بچانے والے ہیرو بنا کر پیش کیا گیا۔ بتایا گیا کہ اب انہی لوگوں کو طالب کانام دے کر گرفتار کیا جاتا ہے۔ یہ طالب اشیائیں کی آنکھوں کا تارار ہے ہیں جو ان کے ساتھ ہی زمین بوس ہو چکی ہے اور لوگ درمیان میں کھڑے جرمان و ساکن ہیں۔

بلوچستان کے مسائل کو اجاگر کرنے میں مرکزی دھارے والے میڈیا کا غیرفعال کردار لوگوں میں واضح تخلیٰ اور تناوی پیدا کر رہا ہے۔ ایک سیاسی جماعت کے نمائندے کا کہنا تھا کہ چلو کوئی بات نہیں اگر پاکستانی اسٹبلیشمٹ اور میڈیا نے بلوچستان کے عوام کے مسائل کو فراموش کر دیا ہے اور وہ بھی چاہتے ہیں تو پھر بلوچستان کے عوام بھی پاکستان کو فراموش کر دیں گے۔

شرکاء نے بتایا کہ صوبے میں اکثریت کا روزگار زراعت سے وابستہ ہے جو پانی کے لئے بجلی کی محتاج ہے۔ پچھلے پانچ برسوں سے ضلع بھر میں بدترین لوڈ شیڈنگ جاری ہے اور صرف دن میں آٹھ گھنٹے بجلی آتی ہے۔ بجلی کی ضرورت 1350 میگاوات ہے جبکہ صرف 635 میگاوات بجلی فراہم کی جا رہی ہے۔

ہمارے بلوچ دوستوں کو ایک فریق سے شکایت ہے اور وہ مار دوسرے کو رہے ہیں۔ غیر بلوچی نابالی یا جام کا کیا قصور جو ٹارگٹ فنگ کا شکار ہو رہے ہیں؟..... ایک سیاسی کارکن کا بیان

حاضرین کا کہنا تھا کہ پیشین شہر میں آنے والے بمعنے لوگوں کے لئے یہ زار لہ سے متاثرہ شہر کا نقشہ پیش کرتا ہے جہاں سڑکیں کھدمی ہوئی ہیں، پلک بیت الحلاع موجود نہیں۔ ہستاولوں میں نہ ادویات دستیاب ہیں نہ 37 ڈاکٹروں میں سے 5 سے زیادہ ڈاکٹر کام پر نظر آتے ہیں۔ شہر میں کوئی فعال زیگچی مرکز نہیں۔ علاقے میں پھر سے پولیو آ گیا ہے۔ قلعہ عبداللہ اور پیشین میں پولیو کے 40 کیس سامنے آچکے ہیں۔ پی پی پی کے ایک نمائندے کا کہنا تھا کہ یہ بد قسمتی ہے کہ یہاں کی زمین میں موجودخزانے ساری دنیا کو نظر آ رہے ہیں مگر پاکستان دیکھنیں پا رہا۔ اس کا کہنا تھا کہ جب اس خطے میں زار لہ آیا تھا تو یہ خیال عام تھا کہ ایک ضلع اس سے محفوظ اور پر امن رہے گا۔

تاجروں کی تنظیم انجمن تا جران ہزارہ کے ایک نمائندے نے کاروباری افراد سے بھتہ لینے اور تاوان کے لئے ان کے انواع کی شکایت کی۔ سب سے بڑھ کر انکشافی باتیں اس وقت سامنے آئیں جب ایک شخص نے بتایا کہ افغانستان کی جنگ بلوچستان منتقل کی جا رہی ہے۔ نزدیکی علاقوں سے ہر روز 60 تربیت یافتہ افراد افغانستان بھیجے جا رہے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ روزانہ تقریباً ایک ہزار پناہ گزین افغانستان سے سرحد پار کر کے بلوچستان آ رہے ہیں۔ اس وجہ سے ضلع میں جرام بڑھ رہے ہیں

سرکاری موقف

گورنر بلوچستان ذوالفتخار مگسی صوبائی حکومت کی متعدد شعبوں میں کارکردگی سے شاکی ہیں۔ ان کے مطابق فضا میں ثبت تبدیلی محسوس کی جا رہی ہے۔ ایجنسیوں کے کام کرنے کے طریقہ کار میں بہتری آئی ہے اور پریم کورٹ کی مداخلت کو ثابت طور پر دیکھا جا رہا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ تین برس پہلے جو ماحول زہر آؤ دھا اب اس کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ گورنر بلوچستان کی رائے میں قوم پرست آئندہ انتخابات میں حصہ لیں گے اور تو میں اسی کی پانچ یا چھ نشتوں پر ان کی کامیابی کا امکان ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ایجنسی میں کوئی انفرادی سطح پر تو دھاندی کی کوشش کر سکتا ہے مگر یہ صرف کسی ایک فرد کا عمل ہو گا۔ بڑے پیمانے پر منظم دھاندی نہیں ہو گی۔ تمام افراد محسوس کرتے ہیں کہ تبدیلی ناگزیر ضرورت ہے۔

گورنر بلوچستان کا کہنا تھا کہ جنگجو جب قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لوگوں کو مارتے ہیں تو ان اداروں میں انتقام کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ جب ان سے استفسار کیا گیا کہ کیا ایک منظم فورس کا یہ روایہ درست قرار دیا جا سکتا ہے؟ تو انہوں نے اسے لیئے طور پر غلط قرار دیا۔ گورنر صاحب نے دعویٰ کیا کہ علیحدگی پسندوں کو عوامی سطح پر بہت معمولی حمایت حاصل ہے مگر ان کے مارے جانے کے بعد ان کے قبیلوں اور خاندانوں میں یہ حمایت بڑھ سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کوئی کے 12 ارکان صوبائی اسیبلی ہیں مگر شہر کوڑے داں بننا ہوا ہے۔ مژہ کیں گڑھا بن چکی ہیں۔ تعلیم کی حالت دگر گوں ہے۔ سیاسی بنیاد پر تقریباً کی جاتی ہے جبکہ با اثر افراد کے ملازم ابطور ٹیچر بھرتی ہو جاتے ہیں۔ گورنر بلوچستان نے تعلیم کیا کہ اغوا برائے تاوان اور لا توانیت کے باعث کئی ہندو خاندان بلوچستان چھوڑ کر ملک کے دوسرے علاقوں میں منتقل ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اکبر گلی کی موت کو ایک اہم موڑ قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ نسل پرستوں، فرقہ پرستوں، جامن پیشہ اور باغی عناصر کی وجہ سے امن و امان خراب ہوا ہے۔ ان کی رائے میں بلوچستان میں بد امنی کا علاج ریاست کے اس قدر طاقتور ہونے میں ہے کہ وہ ریاست مختلف عناصر سے نسبت سکے۔ ”ریاست کمزور ہو چکی ہے اور ہر گروپ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے رہا ہے۔“ ان کا مانا تھا کہ باغیوں کو باہر سے نہیں مل سکتے ہیں مگر براہ راست غیر ملکی مداخلت نہیں ہو رہی۔

انہوں نے کہا کہ لوگ پولیس سے خوش نہیں مگر یویز سے مطمئن ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ یویز کمیونٹی پولیس فورس سے بڑھ کر ہے۔ مگر یہ دہشت گردوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں۔ گورنر بلوچستان کے خیال میں 2002ء میں یویز کے ایک دم نکالے جانے کا فیصلہ غلط تھا لیکن یکدم سے اس فیصلے کو واپس لینا بھی خلاف عقل تھا۔ انہوں نے کہا کہ یویز سسٹم میں مرحلہ وار تبدیلی زیادہ بہتر ہو سکتی ہے۔ ایسا تبدیل

بیوروکریسی کے اعلیٰ عہدیدار ان بلوچستان کی صورت حال اور حکومتی رعایت کے بارے میں آگاہ کر رہے ہیں

شدہ نظام کچھ وقت کیلئے کام کر سکتا ہے۔

گورنر صاحب کے سامنے جب یہ بات اٹھائی گئی کہ بلوچستان کو ”فالصلوں کی سرز میں“ کہا جاتا ہے۔ سڑکیں تباہ حال ہیں، ریل گاڑیوں کا اعتبار نہیں، جہاز کے کرائے زیادہ ہیں تو کیا کہیں یہ بات محسوس کی جاتی ہے کہ ان فالصلوں کو ضرور کم ہونا چاہئے اور اگر ایسا محسوس کیا جاتا ہے تو اس کے لئے کیا کوششیں کی جا رہی ہیں؟ گورنر صاحب کا جواب صرف اتنا تھا ”یقین طور پر نہیں۔“

بیوروکریسی کا نفظہ نظر

بلوچستان کے چیف سیکرٹری باریعقوب فتح محمد نے دعویٰ کیا کہ بلوچستان میں ایک ثابت تبدیلی دیکھی جا رہی ہے جس کی وجہ کوئی میں سپریم کورٹ کی سماحتی کا رواؤی ہے۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ اس بات کا لوگوں پر اچھا اثر ہوا ہے۔ لاپتہ افراد کے خاندان پہلے ریاستی اداروں کے پاس نہیں آتے تھے۔ مگر سپریم کورٹ نے جب لاپتہ افراد کا کیس سنائشروع کیا تو پہلے ہی دن 164 افراد کے خاندانوں نے رابطہ کیا۔ چیف سیکرٹری نے سپریم کورٹ میں سماحت کے تمام اجلاس میں شرکت کر کے یہ پیغام دیا کہ اس کوشش میں انتظامیہ عدالت عظمی کے ساتھ ہے۔ چیف سیکرٹری نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ ایف سی نے ساتھ پورا تعاون کیا ہے؟

چیف سیکرٹری کے بقول عدالتی احکامات پر عملدرآمد کیا جا رہا ہے اور تمام ڈپٹی کمشنز حضرات کو تحریری ہدایات جاری کی جا چکی ہیں کہ جبکی اٹھائے جانے یا کسی لاپتہ شخص کی موت کی صورت میں اس کے لاحقین سے مکمل قصور و اروؤں کے متعلق پوچھ کر اور صورت حال کو جان کر

مقدمہ درج کیا جائے۔ انہوں نے بتایا کہ خنڈار میں ایک کرٹل اور ایک میجر کے خلاف مقدمہ درج کیا جا چکا ہے۔ ڈپی کمشٹ حضرات کو 118 لاپتہ افراد کی فہرست فراہم کردی گئی ہے تاکہ وہ ان کا کھون لگائیں۔ 13 مقدمات میں پولیس اور یویز نے ہائیکورٹ سے استدعا کی کہ ایف سی کو ٹیکنیش کے دوران تعاون کا حکم دیا جائے۔ یہ بات بہت واضح طور پر سمجھائی جا رہی ہے کہ جبری لاپتہ کے جانے کے معاملے میں کسی ادارے کو قانونی تحفظ حاصل نہیں۔ چیف سیکرٹری کے بقول سول حکومت کے ادارے سپریم کورٹ کی مداخلت سے خوش ہیں کیونکہ اس سے ان کے اپنے ہاتھ مضبوط ہوئے ہیں۔

انہوں نے اس امر کی نشاندہی کی کہ حالیہ دونوں آئی ایس آئی کے عدالت میں پیش ہونے کے متعلق میدیا میں جو کچھ روپورٹ ہوا اس کے تحریری احکامات جاری نہیں ہوئے۔ بلوچستان بھر، خصوصاً کوئٹہ میں تشویشاں کا حالت کی گئی وجوہات میں سیاسی، معاشری اور سماجی اسباب شامل ہیں۔ انتظامیہ اس حالت سے نکلنے کے لیے سیاسی حل تلاش کرتی رہی ہے۔ مذہبی اور فرقہ وارائیہ تعصب اور حملے بلوچستان کی سماجی روایات کے خلاف ہیں۔ چیف سیکرٹری کا کہنا تھا کہ عدم تحفظ کی وجہ سے کئی ہندو خاندان بلوچستان چھوڑ کر ملک کے دوسرے حصوں میں آباد ہو گئے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ صوبے کے حالات بہترین انتظامیہ اور اہل افسران کے متقاضی ہیں مگر بلوچستان میں انسانی وسائل میں بہتری اور صلاحیت میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے وضاحت سے بتایا کہ کس طرح وفاقی حکومت نے پہلے 25 افسران کو بلوچستان ٹرانسفر کیا اور پھر یہ احکامات منسوخ کر دیے۔ سپریم کورٹ کی طرف سے سول سرومنس کی کمی کا نوٹس لیے جانے کے بعد 18 مزید افسروں کو پنجاب سے یہاں ٹرانسفر کرنے کے احکامات جاری ہوئے مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی ڈیوٹی روپورٹ نہیں لی۔

چیف سیکرٹری بلوچستان کے مطابق مسئلہ کو گھمیزہ بنانے والے والی ایک چیز یہ ہے کہ ہزارہ اور مقامی مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والوں کو ایسے علاقوں میں تعینات نہیں کیا جا سکتا جہاں ان کی نسلی یا مذہبی شناخت کے باعث ان کے لیے خطرات ہوں۔ تعلیمی عملی کی کمی کو بھی لگ بھگ ایسی ہی وجوہات کے باعث پورا نہیں کیا جا سکتا۔

سیکرٹری داخلہ بلوچستان، نصیب اللہ خان بازی

سیکرٹری داخلہ بلوچستان نصیب اللہ خان بازی نے وضاحت کے ساتھ بتایا کہ ایف سی کے پاس پولیس کے اختیارات نہیں اور اس کا کام صرف سول انتظامیہ کی مدد کرنا ہے۔ انہوں نے ایک واقعہ بھی سنایا جس میں جنگجوؤں نے ایک ضلع میں یویز اہلکاروں پر حملہ کر دیا تو سیکرٹری داخلہ نے ایف سی کو بلا کر مدد کہا۔ اس پر ایف سی نے فوراً عمل کیا۔ ان کا مطلب یہ واضح کرنا تھا کہ یہ فیصلہ سول حکام نے کیا۔ چیف سیکرٹری کی طرح سیکرٹری داخلہ بلوچستان بھی محسوس کرتے ہیں کہ لاپتہ افراد کی تعداد بلوچستان کو سقوط کی طرف دھکیل رہی ہے۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ گزشتہ تین ماہ کے دوران 9 افراد کو اٹھایا گیا جن میں سے سات سپریم کورٹ کی سماعت کے دوران مظہر عام پر آگئے۔ ان کے مطابق اب بھی بلوچستان میں 118 افراد لاپتہ ہیں۔ ان میں سے 80 کا تعلق اے، ایریا اور باتی کا ”بی“ سے ہے۔

سیکرٹری داخلہ نے بتایا کہ لاپتہ ہونے کے 62 کیسوں میں اٹھیلی جنس ایجنسیوں اور ایف سی کے ملوث ہونے کا الزام عائد کیا گیا کیونکہ یہ خیال جڑ پکڑ چکا ہے کہ ایسی کارروائیوں کے پیچھے ان ہی اداروں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ جہاں مناسب معلومات دستیاب تھیں وہاں ایف آئی آر درج بھی کی گئیں۔ یویز اہلکاروں کی بھرتی مقامی قبائل سے کی گئی ہے۔ سماجی اور ثقافتی اقدار کا احترام کرنے کی وجہ

سے لیویز ماضی میں مؤثر ثابت ہوتی رہی ہے۔ صوبے کا 90 فیصد علاقہ لیویز جبکہ 5 فیصد کے لگ بھگ پولیس کے کنٹرول میں ہے تاہم پولیس پر 7500 ملین روپے خرچ کرنے کی نسبت لیویز یہ صرف 3100 ملین خرچ کیے گئے۔ لیویز کے کنٹرول والے علاقوں میں جرام کی شرح بھی کم ہے۔ صلاحیت اور وسائل میں اضافہ کی صورت میں لیویز کی ضروریات پوری کر کے اسے بتدریج ایک یونیفارم فورس کے طور پر وسعت دی جاسکتی ہے۔ صوبے میں 2008 کے آغاز سے لے کر می 2012 تک 434 سکیورٹی الہکار جان بحق جبکہ 1000 سے زائد شدید زخمی ہو چکے ہیں۔

سیکرٹری تعلیم بلوچستان، منیر بادینی

منیر بادینی کا کہنا تھا کہ بلوچ شناخت کے حوالے سے اسلام آباد اور قوم پرست غلط فہمی کا شکار ہے ہیں۔ انہوں نے سوسائٹی کی گہرائی میں جا کر معاملات کا جائزہ لینے کی بات کی۔ بلوچستان میں 12 ہزار پرائمری، 900 ہائی سکول جبکہ چھ یونیورسٹیاں ہیں۔ طالبات کی تعداد صرف 27 فیصد ہے۔ صوبے میں 48000 اساتذہ ہیں، اکثر مقامی ہیں جبکہ صرف ۶۰ فیصد آباد کار ہیں جنہیں کوئی میں تعینات کیا گیا ہے۔ سیکرٹری تعلیم بلوچستان کو، ”دوریوں کی سرزی میں“، قرار دیتے ہیں جہاں سکول پہنچنا اتنا ہی بڑا مسئلہ ہے جتنا کہ معیار تعلیم اور تعلیمی ڈھانچے کا ہے۔ ایسے سینکڑوں سکول ہیں جو چھٹت یا سائے سے محروم ہیں۔ ایک تجویز یہ ریغور ہے کہ کل ستر بنائے جائیں تاکہ بچوں کو سکول آنے جانے کے لیے بس کی سہولت فراہم کی جاسکے۔ تاہم اس معاملے پر عملدرآمد خاص استروی کا شکار ہے۔ حکومت نے فاصلاتی تعلیم کو مسئلہ کے ایک حل کے طور پر ریغور نہیں لایا۔ سیکرٹری تعلیم نے بتایا کہ تعلیم کو ترجیح دے کر بلوچستان کے لیے نئے جہاں پیدا کیے جاسکتے ہیں۔ نظم و نسق اہم معاملہ ہے مگر کئی چیزیں اس سے کہیں زیادہ ضروری ہیں۔ ان کے مطابق وہ محسوس کرتے ہیں کہ آج صوبے کو بلوچستان کے ماضی کے حوالے سے پیش کیا جاتا ہے اور اس بات کی فوری ضرورت ہے کہ لوگوں کو ریاستی معاملات میں شامل کیا جائے۔

انسانی سماںگنگ براستہ بلوچستان

حقائق جو یہم انسانی سماںگنگ اور بلوچستان کے راستے آمدورفت کے معاملات جانے کے لیے وفاقی تحقیقاتی انجمنی (ایف آئی اے) بلوچستان کے قائم مقام ڈائریکٹر مہتاب عظیم لہری، اسٹینٹ ڈائریکٹر نصیب اللہ کاٹھ اور محمد ہاشم اور ایں اتحاد ایف آئی اے پولیس شیشن کوئی بہادر خان سے ملی۔ ایف آئی اے حکام نے بتایا کہ:

☆ بلوچستان کے راستے انسانی سماںگنگ بہت کم ہو رہی ہے تاہم ایران سے ملکتی 900 کلومیٹر طویل پاکستانی سرحد پر ایسے بے شمار راستے ہیں جہاں محافظہ ہونے کی وجہ سے انسانی سماںگنگ جاری ہے۔ کبھی کبھی یورپ نقل مکانی کرنے والے ان راستوں سے سفر کرتے ہیں۔ حالیہ برسوں کے دوران ایران میں مزدور 30 سے 35 ہزار روپے مالاہ کمانے لگا ہے جس کی وجہ سے پاکستان یا دوسرے ممالک سے آ کر پاکستان کے راستے گزرنے والے مہاجرلوں کی بہت کم تعداد ایران سے آگے جاتی ہے۔

☆ انسانی سماںگنگ کے لیے زیادہ تر کراچی سے کوشل ہائی وے یا بذریعہ کوئی ایران بارڈر کا روث استعمال کیا جاتا۔ بلوچستان کے راستے سماںگنگ کئے جانے والے لوگوں کی 90 فیصد تعداد پنجاب کے گوجرانوالہ ڈویژن سے تعلق رکھتی ہے۔ ایف آئی اے بلوچستان کی پنجاب سے مکمل کو آزاد بینشنا، دونوں کے درمیان تعاون میں مزید بہتر مددگار ہو سکتی ہے مگر انسانی سماںگنگ اس وقت

تک نہیں رک سکتی جب تک اس کی بنیادی وجوہات پر توجہ نہیں دی جاتی۔ ان وجوہات میں بیرونی گاری، عدم تحفظ اور امن و امان کی تشویشناک صورتحال شامل ہے۔

اگرچہ سماںگ کے طریقہ کار میں تنوع پایا جاتا ہے مگر عموماً سماںگ کے جانے والے افراد 18 سے 35 سال تک عمر کے مرد ہوتے ہیں۔ سال 2011 کے دوران 18 سال سے کم عمر والے 350 لاکھوں کو پاکستان ڈی پورٹ کیا گیا۔ ان میں سب سے کم سن کی عمر صرف 7 سال تھی۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ انہیں کہاں جانا ہے اور ایک دفعہ وہاں پہنچ گئے تو کیا کرنا ہے۔ کئی ایک اپنے جاری ہے تھے۔ انہوں نے سوچ رکھا تھا کہ وہ وہاں سڑکوں کے کنارے پھول بچا کریں گے۔ ایسے واقعات رونما ہوتے رہے ہیں کہ جب ایران یا ترکی میں جرم ایجاد کرنے والے افراد نے ان خلاف قاعدہ مہاجرین کو غواص کر کے ان کے خاندان سے تاوان کا مطالبہ کیا۔ رہائی کے بعد کئی پاکستانی ڈی پورٹ کر دیے جاتے۔

جب یہ لوگ پاکستان واپس آتے تو ڈی پورٹ ہوتے وقت ان کی کمرپر کپڑوں کی گھٹڑی کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ امیگریشن آرڈیننس کی شق (1) کے تحت ان لوگوں کو عدالت میں پیش کیا جاتا ہے جہاں وہ اعتراض کی صورت میں جرم انداز کر کے رہائی پاتے۔

خلاف قاعدہ مہاجرین اپنی منزل کو پیش نظر رکھ کر دوئی، انڈو نیشیا اور تھائی لینڈ وغیرہ کے کار آمد و زیہ پر سفر کرتے ہیں اور اس کے لیے وہ انسانی سماںگروں پر احصار کرتے ہیں۔ ڈی پورٹ ہونے والے کئی افراد نے بتایا کہ انہوں نے اس وجہ سے تیرا کی سیکھی کہ اگر کہیں ضرورت پڑے تو وہ تیر کر خود کو بچا سکیں۔ ایسے سینکڑوں پاکستانی ہیں جو سمندر میں کشتی ڈوبنے سے ہلاک ہو گئے۔ نقل مکانی کرنے والوں کو ایسی کشتیوں میں سوار کیا گیا ہے جن میں سے کچھ تو کسی چھوٹے سے دریا کو بھی عبور نہ کر سکیں۔ سماںگروں پر کم کے عوض خطرات کم ہونے کی پیشکش کرتے ہیں۔ جوزیا دھرخراج کرتے ہیں انہیں فابر گلامن کی کشتی اور لائف جیکٹ فراہم کی جاتی ہے۔

پکڑنے جانے کی صورت میں پاکستان واپسی سے بچنے کے لیے خلاف قاعدہ مہاجرین پاسپورٹ سمیت اپنی شناختی دستاویزات ضائع کر دیتے ہیں۔ ایسے واقعات جن میں نقل مکانی کرنے والے مارے جائیں، ڈی این اے کے علاوہ ان کی شناخت کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا۔

ایران ہر برس دس ہزار غیر قانونی پاکستانی مہاجرین کو ڈی پورٹ کرتا ہے۔ سال 2011 میں یہ تعداد 13 ہزار تھی۔ یہ تعداد زیادہ نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ برسہا برس سے ایران میں غیر قانونی طور پر رہ رہے تھے انہیں ایرانی حکام نے جندل اللہ کی سرگرمیوں سے نہیں کریں گے اپس بھیج دیا۔ کچھ پاکستانیوں کو اس لیے بھی گرفتار کیا گیا جب ایران میں ان کا کام کا جمع معاشری لحاظ سے سودمند نہ رہا۔

ڈی پورٹ ہونے کے بعد ایف آئی اے ان مہاجرین کا انتریولیتی ہے۔ اگر 5 لوگ ایک ہی ایجنت کا نام لیں تو اس کا نام ایف

9- متاثرہ فرد پر تشدد یا اس کا استعمال جو ریاست پر فرض عائد کرتا ہے کہ وہ متاثرہ شخص کو جرم یا انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا شکار فردوفرار دے۔ اس معاملے میں یا تو متاثرہ فرد کی رضامندگی نہیں ہے یا پھر اس کی رضامندگی غیر متعاقب ہے کیونکہ قوی کے کمی بھی مرحلہ پر طاقت یا تشدد کا استعمال کیا گیا تھا۔

10- غیر قانونی بارڈر کریسٹنگ میں مہاجر کی رضامندی شامل ہے۔

آئی اے کی سرخ کتاب میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ تاہم ڈی پورٹ ہونے والوں کی رائے میں حکام سے تعادن کر کے انہیں کچھ نہیں ملتا۔ انسانی سماں میں ملوث ایجنتوں کا عمومی طرز عمل ہے کہ وہ خلاف قاعدہ نقل مکانی کرنے والوں کو ان کی حسب منشا سر زمین تک پہنچانے کے لیے تین بارہ ہولت فراہم کرتے ہیں۔ اس لیے پاکستان ڈی پورٹ ہونے والے افراد کی دلچسپی ایجنت کو پہنچانے میں ہوتی ہے، وہ اس خوف سے حکام کو ایجنت کا نام اور دیگر کوائف غلط بتاتے ہیں کہ ایجنت گرفتار ہو گیا تو ان کا دوسرا یا تیسرا چانس ختم ہو جائے گا۔ ایجنت ہر جگہ موجود ہیں مگر جب تک گواہ سامنے نہ آئے انہیں انصاف کے کٹھرے میں نہیں لا یا جاسکتا۔ استغاش صرف اسی صورت آگے بڑھ سکتا ہے جب مظلوم تعادن پر آمادہ ہو، جس روز وہ منحرف ہوتا ہے استغاش کا مقدمہ ناکام ہو جاتا ہے۔ کسی ایجنت کے خلاف شکایت صرف اس وقت آتی ہے جب خلاف قاعدہ مہا جریا اس کے خاندان کا ایجنت کے ساتھ جھگڑا ہوتا ہے۔ ایف آئی اے کے پاس اتنے نند نہیں کہ وہ ڈی پورٹ ہونے والوں کو خواراک اور ٹرانسپورٹ فراہم کر سکے۔ بعض اوقات اسے مخیر حضرات کے چندے پر انحصار کرنا پڑتا ہے تاکہ ان لوگوں کو کھانا کھلایا جاسکے۔ ایف آئی اے کے پاس ایسی گاڑیاں نہیں جو گرفتار افراد کو عدالت تک لا سکیں۔

مشابہات اور نتائج

مشن کی سوچی سمجھی رائے ہے کہ اگر سچا عزم اور ارادہ ہو تو بلوچستان کے بہت سے مسائل سے نمٹا جاسکتا ہے۔ صاف دکھائی دیتا ہے کہ حکومت کی اختیار کردہ پالیسی کام نہیں کر پائی۔ ایک ہی پالیسی تباہ کن ثابت ہوئی۔ یہ مفید ثابت ہو سکتی تھی اگر حالات میں کچھ بہتری نظر آئے گتی۔

مشن کی تکمیل پر تحقیقاتی ٹیم نے حسب ذیل سفارشات پیش کیں۔

-1 بلوچستان میں کئی بنیادی حوالوں سے صورت حال ایسی دکھائی دیتی ہے جیسی کہ 2011 میں تھی جب ایچ آر سی پی کے تحقیقاتی مشن نے بلوچستان کا دورہ کیا تھا۔ اس میں تبدیلی نہیں آئی۔ بلوچستان میں جبری لاپتہ ہونے کے واقعات اب بھی پیش آ رہے ہیں اور اب بھی لاشوں کوٹھکانے لگا جاتا ہے۔ عموماً یہی سمجھا جاتا ہے کہ ایف سی اور خفیہ ادارے لوگوں کو لاپتہ کرنے میں ملوث ہیں۔ کئی واقعات میں ان کا ملوث ہونا کسی شک و شبہ سے بالاتر ہے اور ثابت شدہ ہے۔ قصور واروں کو سزا دینے اور ملوث افراد کے خلاف کارروائی میں ناکامی صورت حال کو مزید بگاڑ رہی ہے۔ امن و امان کی حالت بدترین ہو چکی ہے اور تمام اضلاع میں فرقہ وارانہ ہلاکتیں بڑھ چکی ہیں۔

-2 بلوچستان میں کئی ثابت تبدیلیاں بھی سامنے آئی ہیں جو صوبے میں حالات بہتر ہونے کی امید دکھارتی ہے تاہم بہتری کی یہ امید بہت سے عوامل پر منحصر ہے۔ اگرچہ سپریم کورٹ کی جانب سے کوئی میں ساعت کے اثرات ابھی مکمل طور پر سامنے نہیں آئے مگر اس سے یقینی طور پر ثبت اثر ظاہر ہوا ہے۔ نوجوان اور سیاسی کارکن گفتگو اور مذاکرات میں شمولیت کے ذریعے بحران کا سیاسی حل ڈھونڈنے کے لیے پر جوش ہیں۔ اخلاق اور خیر سکالی کے ذریعے موقع کو تجہیز خیز بنایا جاسکتا ہے۔ تبدیلی کی ضرورت کے حوالے سے یہاں بہت زیادہ شعور ہے اور لوگ تبدیلی لانے کے لیے آئندہ انتخابات کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اگر انتخابی عمل آزاد اور شفاف ہو تو ترقی پسند عناصر کی شرکت متوقع ہے۔ کچھ قوم پرست مقابلہ میں نہیں اتریں گے مگر باقی ایکشن میں حصہ لیں گے۔ قوم پرست اگر حکومت کا حصہ بنے تو معاملات بہتری کی طرف چل نکلیں گے۔ تاہم لاقانونیت نے قوم پرست جماعتوں کے لیے انتخابات کی تیاری مشکل بنادی ہے کیونکہ ان میں سے بہت سی جماعتوں کا حلقوں انتخاب شورش زدہ اضلاع میں ہے۔ بلوچستان میں انتخابی دھاندی کے خدشات کے باعث قومی و مین الاقوامی مگر انی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ بمانی نے کئی اراکین پارلیمنٹ کو

- اپنے انتخابی حقوق میں جانے سے روک رکھا ہے۔ اب لوگوں کو ایک دھائی میں ایک بار انتخابی عمل میں شرکت کا موقع مل رہا ہے۔ ایک عام خیال ہے کہ اگر بلوچستان میں حقیقی جمہوریت آئی تو جنگجو محمد و دتر ہو جائیں گے۔
- 3 بلوچستان میں تشدد اور کشیدگی کی کلی پرتیں ہیں۔ بد امنی ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے ہر شعبہ زندگی کو متاثر کیا ہے۔ جرائم کی اہرنے صوبے کے شہری علاقوں کو لپیٹ میں لے لیا ہے اور شاہراہیں تصادم کی علامت یا حکام کی نا اہلی کا ثبوت بن چکی ہیں۔ حکومت، قانون نافذ کرنے والے اور محافظہ ادارے جنگجو، فرقہ ورانہ اور مجرمانہ عناصر سے بنبٹنے میں مکمل طور پر ناکام ہو گئے۔
- 4 اغواہ برائے تاداں ایک منافع بخش کاروبار بن چکا ہے۔ کسی مجرم کو گرفتاریاں پر مقدمہ نہیں چلایا گیا۔ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ کیسے اغواہ کا بھاری سکیورٹی کے باوجود اپنا کام کرتے رہے۔ بلوچستان جانے والے زیادہ تر لوگوں کا مانا تھا کہ مجرموں کو انتظامیہ کی پشت پناہی حاصل ہے۔ صوبائی وزیر داخلہ نے ساتھی وزراء پر اس جرم میں ملوث ہونے کا الزام عائد کیا لیکن کوئی اقدام نہ کیا گیا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ عوام کو، ہزارہ برادری کو، غیر مسلموں اور ان ٹرک ڈرائیوروں کو کون تحفظ فراہم کرے گا جو تاداں کی ادائیگی پر بھاری رومخ رخچ کر رہے ہیں۔
- 5 مسئلہ بلوچستان ایک طویل عرصے تک بلوچ مزاحمت اور بلوچوں کے حقوق کے تناظر میں دیکھا جاتا رہا ہے۔ بلوچستان کے مسائل پر ہمدردانہ غور کرنے کی ضرورت ہے، خاص طور پر پختون آبادی، ہزارہ برادری، غیر مسلموں اور آباد کاروں اور اس کے ساتھ ساتھ معاشی اور روزگار کے مسائل پر ہے۔
- 6 یہ شکانت عام تھی کہ ریاست یا تو مذہبی اقلیتوں اور کچھ مسلم فرقوں کے افراد کو تحفظ فراہم کرنے سے قاصر ہے یا پھر کرنا ہی نہیں چاہتی۔ آباد کاروں کا مزاحمت کاروں کے ہاتھوں قتل اور خوف وہ راس کی وجہ سے انہوں نے یا تو پختون اکثریت کے علاقوں میں پناہ لے لی یا صوبے سے ہی نقل مکانی کر لی۔ مذہبی اور سانی شاخت کی بنیاد پر نارٹ کلنگ اور جرام بڑھ گئے ہیں۔ ہزارہ برادری کا مسلسل قتل عام اتنا بے رحمانہ تھا جس کی کوئی ظیہر نہیں ملتی۔ وہ لوگ جو کمیشن سے ملے، نے کہا کہ اگر انتظامیہ قتل عام کو روکنا چاہتی یا اس کے ذمہ داروں کو سزا دینے میں سنجیدگی کا مظاہرہ کرتی تو یہ اس حد تک نہ پھیلتا۔ عقیدے کی بنیاد پر ہونے والے تشدد سے لوگوں کو بچانے میں حکومت کی آمادگی یا اس میں اہلیت نہ ہو نیکا سوال اٹھایا گیا۔ بڑھتے ہوئے خطرات بشمول اغواہ برائے تاداں کی وارداتوں نے، ہزارہ، غیر مسلموں، آباد کاروں اور متمول لوگوں کو ملک کے دوسرے حصوں میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا ہے حتیٰ کہ کچھ قومک ہی چھوڑ گئے ہیں۔
- 7 کئی علاقوں میں طالبان نے یشن بڑھ رہی ہے۔ ماضی کے برعکس صرف کہیں اور سے صوبے میں مذہبی جنون درآمد نہیں ہو رہا تھا، بلکہ اب یہ بلوچستان میں پرورش پا رہا تھا۔ مدرسوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے یہنے اسلامی منافر کو بڑھا دیا ہے۔ یہ خوف پایا جاتا ہے کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے جنگجوؤں کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں اور کوئی نہ ان کے لیے جنت بنایا جا رہا ہے۔ صوبے میں جنگجوؤں کے تربیتی مرکز کا ذکر بھی کیا گیا۔
- 8 بلوچستان سے بے قاعدہ ہجرت پر آمادہ لوگوں نے روشن مستقبل کی خاطر بے پناہ خطرات مول لیے اور انسانی سماگران کے استھان پر خوش تھے۔ ان اسباب کے ازالے بہت کم کام کیا گیا، جنہوں نے لوگوں کو ہجرت پر مجبور کر دیا۔

- 9- ماضی کے عکس تجربہ کاروں نے مرحلہ دار انفراسٹرکچر اور تعمیراتی ڈھانے پر کوشش نہ بنا�ا۔
- 10- باوجود اس کے کہ حکومت بلوچستان میں مسائل کے سیاسی حل کی نیم دلانہ خواہ رکھتی ہے، جنکے ہوئے عناصر کے ساتھ بات چیت میں کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی۔ حتیٰ کہ اس جانب ابتدائی اقدامات بھی نہیں اٹھائے گئے۔
- 11- ریاست کی اپنے بنیادی فرائض سے غفلت اور این جی اوز کی اپنے عملہ کے اغواء کے خطرہ کے پیش نظر پسپائی نے حالات کو گھمیر بنا دیا ہے۔ حکومت اور ترقیاتی اداروں نے شورش زدہ علاقوں کو تباہ چھوڑ دیا ہے۔ صحت اور تعلیم کو نظر انداز کیا گیا۔ بہت سے قبل اساتذہ نے نقل مکانی کر لی ہے۔ صوبے کے کچھ حصوں میں شورش اس بات کا جواز پیش نہیں کرتی کہ ریاست ان لوگوں کی صحت، صفائی، بنیادی ضرورتوں اور انفراسٹرکچر کو نظر انداز کر دے جو کہ جاری شکل میں متاثر نہیں ہیں۔ صوبے میں ایسی جگہیں ہیں جہاں ایسے لوگ رہتے ہیں جو کہ رنگ و نسل سے بالآخر ہیں اور ایسے حالات میں رہتے ہیں جو کہ پھر کے دور سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ کسی نے بھی ان کے مسائل کے حل کو ترجیح نہیں دی۔
- 12- ان مسائل کے حل میں صوبائی حکومت کہیں نظر نہیں آتی۔ وزیر اعلیٰ زیادہ وقت صوبے سے باہر رہتے ہیں اور صوبائی کابینہ صوبے سے باہر اجلاس منعقد کرتی رہی ہے۔ صوبائی حکومت نے بہت کم عرصے میں ہی بری شہرت کمائی ہے۔ یہ اپنی طرز کی انوکھی مثال ہے کہ اسمبلی کے سارے ممبران ماسوائے ایک ممبر کے، حکومت اور کابینہ میں شامل ہیں۔ اخہارویں (18) ترمیم اور قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ کے بعد، بلوچستان کو یقیناً زیادہ فنڈر ملے ہیں۔ لیکن وہ بچی سطح پر منتقل نہیں ہوئے ہوئے ہیں۔ عام مشاہدہ ہے کہ کرپشن بھی اتنی ہی بڑھی ہے۔
- 13- حکومت نے بلوچستان کی کمزور معيشت اور کاروبار کی بحالی کے لیے قدامات اٹھانے میں کوئی خاص دلچسپی نہیں دکھائی۔ صنعت تباہ ہو چکی ہے، قدرتی وسائل کا درست استعمال نہیں کیا جا رہا اور زراعت بتاہی کے دہانے پر کھڑی ہے جو بلوچستان کی معيشت کا ایک اہم حصہ سمجھی جاتی ہے کیونکہ زراعت کی ترقی کیلئے نہ تو بجلی کی فراہمی یقینی بنائی گئی ہے اور نہ ہی پانی کی فراہمی کے دیگر ذرائع مثلہ ڈیم بنانے پر توجہ دی گئی ہے۔
- 14- دیگر صوبوں کے مقابلے پر بلوچستان کی بجلی کی ضروریات خاصی کم ہیں۔ اس کے باوجود بلوچستان میں عوام کو شدید لوڈ شیڈنگ کا سامنا ہے۔ عوام کا مطالبہ ہے کہ حکومت پاکستان کو ایرانی حکومت کی بلوچستان کو 1000 میگاوات بجلی کی پیشکش قبول کر لینی چاہئے۔
- 15- بلوچستان کے عوام میں یہ احساس شدت سے موجود ہے کہ قومی میدیا نے ان کے مسائل کو بری طرح سے نظر انداز کیا ہے۔ حتیٰ کہ جب ہڑتال سے پورے کے پورے شہر بند ہوتے ہیں تو میدیا اسے روپورٹ نہیں کرتا۔ صحافت سے وابستہ افراد اسکیورٹی فورسز اور شدت پسندوں کی جانب سے نقصان پہنچائے جانے کے ڈر سے اپنے فرائض درست طور پر ادا نہیں کر پاتے۔ بلوچستان کے وہ اضلاع جہاں شدت پسند زیادہ مضبوط ہیں، وہاں کے عوام بالعموم اور صحافی بالخصوص خود کو قیدی محسوس کرتے ہیں۔ صحافی یا تو شدت پسندوں کی نظر میں باقی ہوتے ہیں یا اسکیورٹی فورسز کی نظر میں اور دونوں صورتوں میں مارے جاتے ہیں۔ قومی سطح کے اخبارات بھی بلوچستان سے متعلق مسائل کو اپنے اخبارات کے بلوچستان ایڈیشنوں میں ہی شائع کرتے ہیں۔ اس وجہ سے ملک

کے دیگر حصوں کے لوگوں کو بلوچستان کے اصل مسائل سے آگاہ نہیں ہو پاتی۔

16- اتنی آرسی پی کے اراکین کو بلوچستان میں جدید ہتھیاروں کی وافر تعداد میں موجودگی سے سخت صدمہ پہنچا اور اس بات سے بھی کہ

ان ہتھیاروں تک لوگوں کی رسمائی نہایت آسان ہے۔ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ جب ایک عام آدمی کو سکیورٹی چیک پوسٹ پر ایک چاقو رکھنے پر گرفتار کر لیا جاتا ہے تو اتنی وافر تعداد میں یہ ہتھیار کیسے ان چیک پوسٹوں سے گزرے گئے۔ اگر ہتھیاروں کے آزادانہ پھیلاو کرو کرنے کے لیے پُر خلوص اقدامات اٹھائے جاتے تو صورتحال اس سے مختلف ہوتی۔

17- عوام عام طور پر لیویز پر اعتماد کرتے ہیں کیونکہ اس میں مقامی افراد شامل ہیں۔ پولیس کو عام طور پر عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔

18- بلوچستان میں ہونے والے پرشدد واقعات کی تفتیش عام طور پر اس وقت ختم ہو جاتی ہے جب اس کی ذمہ داری کسی علیحدگی پسندگروپ کی جانب سے قبول کر لی جاتی ہے۔ اس طرح بلوچستان میں جرام پیشہ افراد کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے کیونکہ چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے جرم کی تفتیش نہ ہونے کے برابر ہے۔

18- بلوچستان میں ہونے والے پرشدد واقعات کی تفتیش عام طور پر اس وقت ختم ہو جاتی ہے جب اس کی ذمہ داری کسی علیحدگی پسندگروپ کی جانب سے قبول کر لی جاتی ہے۔ اس طرح بلوچستان میں جرام پیشہ افراد کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے کیونکہ چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے جرم کی تفتیش نہ ہونے کے برابر ہے۔

2012\7.jpg not found.

مسلم اقلیتوں اور غیر مسلم اقلیتوں کے نمائندگان ایئے تحفظات سے آگاہ کر رہے ہیں

سفرشات

باقمیت سے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے حقوق جانتے والے دوسرے مشوف کی روپرٹوں کی طرح، اس سال بھی اس ٹیم کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا کہ پہلے والی سفارشات پر بالکل بھی عملدرآمد نہیں کیا گیا تھا۔ ایچ آر سی پی کا کہنا ہے کہ اگر ان سفارشات پر رتنی برابر بھی عمل کیا گیا ہوتا تو صورتحال اس قدر عگلیں نہ ہوتی۔ مشن نے تمام متعلقہ فریقین کی طرف سے پیش کی گئی سابقہ سفارشات کو منظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل سفارشات کی ہیں۔

- 1- پہلا قدم بلوچستان کے مسائل کو حل کرنے کی جانب، اس بات کو تسلیم کرنا ہے کہ ان کی نوعیت کیا ہے اور تمام فریقین سے اس کے حل کے لیے تجاویز مانگنی چاہئیں۔ اس بداعتمادی اور مفروضے کو کہ مملکت کو بلوچستان کے لوگوں سے نہیں بلکہ صرف اور صرف زمین اور وسائل سے دلچسپی ہے، کا صرف زبانی باتوں سے ہی نہیں بلکہ عملاً خاتمه ضروری ہے۔ بہت سے حکومتی اہلکاروں کے بیانات اگر سنجیدگی پر مبنی ہیں تو حکومت اس بحرانی صورت حال میں سیاسی ذراائع کی ضرورت کو بخوبی سمجھتی ہے۔ اس وقت بہت ضروری ہے کہ اس بارے میں تقاریر کو عمل میں ڈھالا جائے اور تمام گروہوں کے ساتھ خاص طور پر علیحدگی پسند قوم پرستوں کے ساتھ اس انداز میں بات جیت کی جائے کہ اس سے مقصود کا خلوص اور اعتماد حاصلتا ہو۔
- 2- لوگوں کی خود مختاری اور بہتر نظم و نرق کی خواہش بلوچستان میں بنیادی مسئلہ ہے اور فوجی بالادستی کو ختم کرنے کی ضرورت وقت کے ساتھ بڑھ گئی ہے۔ ہر کوشش اس بات کو قیمتی بناتی ہو کہ بلوچستان کے نمائندوں کی انتظامیہ نہ صرف فعال ہو بلکہ ایسا ہوتا کھائی بھی دے۔
- 3- اس حقیقت کے باوجود کہ بلوچستان کے زیادہ تر مسائل ناقابلِ کنٹرول دکھائی دیتے ہیں، فضاء میں ایک ثابت تبدیلی بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔ کچھ حکومتی دلچسپی لینے کے چند ایجھے اعمال جو ایچ آر سی پی نے محسوس کیے، جسے کسی صورت کم کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔
- 4- عام انتخابات کا انعقاد جو کہ لوگوں کے حقیقی نمائندوں کو حکومت میں لے کے آئے، اس سے صوبے میں استحکام اور امن ہو گا۔ یہ اس ضرورت کو بڑھادیتا ہے کہ آزاد، منصفانہ اور جمہوری انتخابات ہونے چاہئیں۔ اس نقطے پرنا کامی بلوچستان کے عوام کے باقی

11- دلکشیے ضمیمی ا، ای اور ای

ماندہ پاکستان سے تعلقات کا نقشہ کھینچنے گی۔

5- ایک ریاست اپنے اقیتی افراد سے کس طرح کا برتاؤ کرتی ہے، کے بارے میں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ بلوچستان میں یہ ریکارڈ شرمناک ہے۔ موجودہ کشمکش میں تمام بلوچستان کے لوگوں جن میں بلوچ، پختون، ہزارہ، آبادکار اور غیر مسلم شامل ہیں، کے جذبات اور پریشانیوں کا باریک بینی سے جائزہ لینا چاہیے۔ سب سے بنیادی حق زندہ رہنے کا حق ہے اور اسے اہمیت دی جانی چاہیے۔ ریاست کی تمام تر کوششیں اس حق کو یقینی بنائیں۔ اور جو اس حق کو چھین رہے ہیں ان کا مستعدی سے تعاقب کیا جانا چاہیے جو کہ ایک باضیر معاشرے کی زندگی کے قدس کی عکاسی کرتی ہے۔

ایک ذمہ دار ریاست کے لیے اس کے شہریوں کا وسیع پیانے پر بھرت کرنا ایک خطرے کی علامت ہے اور بلوچستان کے معاملے پر اسے نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ ہزارہ برادری کے خلاف تشدد، ایک ریاست کے لیے اپنے شہریوں کے تحفظ کے عزم کے حوالے سے ایک آزادی ہے۔ اب تک ریاست اس امتحان میں بری طرح ناکام ہوئی ہے۔ حکومت، قانون نافذ کرنے والے اداروں اور ایجنسیوں کی بری طرح مجروح ساکھ اور ہزارہ برادری کے اعتماد کی بجائی صرف قاتلوں کو انصاف کے کٹھرے میں جلد از جلد لانے سے ممکن ہے۔ لوگوں کو جیرانی اس بات پر ہے کہ کیسے حکومتی ایجنسیاں قوم پرستوں کو اٹھالیتی ہیں جن پر انہیں دھشتگردی کا شہبہ ہوتا ہے لیکن لشکر جھنگوی کو روکنے میں ناکام ہیں۔

فرقہ وارانہ اور اسلامی قتل کی وارداتیں بڑے پیانے پر تشدید اور منافرت کو بڑھانے کی سازش ہیں۔ ایک ماہیں تمام شانی بینے کی بجائے حکومت کو اس کا جائزہ لینا چاہیے اور متعلقہ برادریوں سے بات چیت کر کے کوئی حکمت عملی ترتیب دینی چاہیے۔

اتجاع آرسی پی صوبے کی تمام سیاسی جماعتوں سے امید اور تو قع کرتا ہے کہ وہ کسی بھی نسل یا مذہبی عقیدے کے لوگوں کے غیر قانونی قتل عام پر چاہیے وہ کسی بھی عنصر نے کیا ہو، اپنی مذمت کا اظہار اسی طرح کریں گی جیسے پختونخواہ ملی عوامی پارٹی نے آبادکاروں کے قتل پر اپنی نفرت کا اظہار الگاظ اور اعمال دونوں طرح سے کیا۔

6- زبردستی افراد کا غالب کرنا اور مسخ شدہ لاشوں کا ملناء بلوچستان کے بڑے حصے میں غم و غصہ اور جنونیت کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ کوئی بھی اگر کسی جرم کا ملزم ہہرایا جاتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے قانونی حق کے مطابق برتاؤ کرنا چاہیے ناکہ اسے غالب کر دیا جائے۔ حکومتی اہلکاروں کی طرف سے کسی بھی لاپتہ ہونے والے فرد کے معاملے میں ملوث ہونے یا غیر قانونی قتل کے بارے میں تفتیش کی جانی چاہیے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی ملزم یا باغی کسی پر شد وفاتے میں ملوث ہوں بھی تو بھی ریاست کو اپنے ر عمل میں اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ سیکورٹی فورسز کو قانون کی حکمرانی اور حقوق کا احترام کرنا چاہیے اور بربریت کے عملی مظاہرے جیسے لاپتہ افراد کی مسخ لاشوں کا ملناء، سیکورٹی فورسز کے اعمال ہرگز نہیں ہونے چاہئیں۔ انہیں انتظامیہ کے کام کے طریقہ کار میں آسانی اور ان کے لیے عزت بڑھانے کے لیے خدمات سرانجام دینی چاہئیں۔

7- صوبے میں حالات کا جائزہ لینے کے لیے سپریم کورٹ کی کوئی نہیں میں ساعتیں ایک ثبت پیش رفت ہے۔ لیکن خوش ہونے کے لیے

یا ایک جواز کافی نہیں۔ جبڑی لاپتہ کئے گئے افراد کے سیر میں جن سکیورٹی اہلکاروں پر اندازات لگے ہیں ان کے کیسوس کی ساعت ہونا صرف ایک اچھا آغاز ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ یہ سب کچھ اس انداز میں ہونا چاہیے کہ کسی بھی غلط کام سے پردہ اٹھانے میں حکومت کی خواہش واضح طور پر دکھائی دیتی چاہئے۔

آنے والے انتخابات میں امن قائم رکھنے کے لیے اضافی اقدامات کیے جانے چاہیں۔ انتخابات میں شرکت کے لیے تمام سیاسی جماعتوں کی شرکت کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ انتخابات سے متعلق تمام پہلوؤں پر نظر رکھنے کے لیے انتخابی نگرانوں کو چاہیے وہ ملکی ہوں یا غیر ملکی، کو صوبے کے تمام حصوں میں جانے کی اجازت ہونی چاہیے۔

انتخابات کے بعد قائم ہونے والی حکومت کو سکیورٹی فورسز کی بجائے خود صوبے کے مسائل کو حل کرنے کی طرف پیش رفت کرنی چاہئے۔ اسے بنائی رکاوٹ کے کام کرنے کی آزادی ہونی چاہئے۔ سکیورٹی فورسز کو صرف اسی صورت میں عمل کرنا چاہئے جب کہ اسے سول انتظامیہ بلائے، نہ تو اپنے اختیارات سے تجاوز کرے اور قانون کے مطابق عمل کرے اور اگر کسی غلطی کی مرتبک پائی جائیں تو ان کا احتساب بھی کیا جائے۔

امن کے بغیر اقتصادی اور صنعتی سرگرمی بمشکل پنپ سکے گی۔ لوگوں کی روزی روٹی اور روزگار کے موقع پیدا کرنے میں مزید کسی نقصان سے بچنے کے لیے صنعتی اور زراعت کے مسائل کو یہ وقت نہ مٹانا پڑے گا۔ صوبے کے وسیع پیمانے پر قدرتی ذخائر کو بڑھانے میں ناکامی نہ صوبے میں محرومی کی خضاء پیدا کی ہے۔ اس بات کو تلقینی بنایا جانا چاہیے کہ بلوچستان کے لوگ صوبے کے وسائل سے مستفید ہوں، اس معاملے پر قلیل اور طویل مدتی توجہ دی جانی چاہئے۔ مطلوبہ مشینی، انفراسٹرکچر اور افرادی مہارت کی بہانہ کہیں ضرورت ہو، ہنگامی بندیاں پر فراہم کی جانی چاہیے۔

صوبے میں کم کھپت کے باوجود اسے بھلی کی مکمل سہولت فراہم کرنے میں ناکامی حکومت کی نااہلیت کا ثبوت ہے۔ ایرانی حکومت کی 1000 میگاوات کی فراہمی سے صوبے میں طلب اور سپلائی کے فرق کو کم کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان کو اس پیشکش کو قبول کرنے پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔

صوبے میں بڑھتی ہوئی لاقانونیت اور جرائم کی شرح اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ صوبے میں مناسب پولیس نگ پر توجہ نہیں دی گئی اور نہ ہی سماجی اور اقتصادی مسائل کے حل پر کوئی توجہ دی گئی ہے۔ آج صوبے میں اغوا برائے تادان کی شرح بہت بڑھ گئی ہے جبکہ بھی اس حوالے سے سننے میں بھی نہیں آتا تھا۔ صوبے کا وزیر داخلہ جرائم میں دیگر کابینہ ممبران کے ملوث ہونے کی بات کرتا ہے تو پوپیس ان میں 70 کے فریب گینگز کے ملوث ہونے کی بات کرتی ہے۔ صوبائی حکومت اور اس کا وزیر داخلہ ہی بتا سکتے ہیں کہ اس حوالے سے اب تک کوئی ایکشن کیوں نہیں ہوا۔ علیین جرائم میں ملوث افراد خواہ کتنے ہی طاقتور ہوں انہیں قانون کے کٹھرے میں لا کر عوام کا حکومت اور اس کے اداروں پر اعتماد بحال کیا جا سکتا ہے۔

اس بات پر مقتضا آ را ہیں کہ کیا صوبے میں ایک ہی قانون نافذ کرنے والی فورس ہونی چاہیے؟ لیویز فورس کے حق میں بات کرنے

والے اس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ پولیس پر عوام کا تحفظ اس طرح نہیں جس طرح ہونا چاہئے۔ ایک ایسا ادارہ جس میں دونوں فورسز کی خصوصیات ہوں اس کا حل ہو سکتا ہے۔ تاہم اس طرح کی کوئی تبدیلی صرف اور صرف مشاورت سے اور آہستہ آہستہ عمل میں آنی چاہئے۔

- 14 -
بلوچستان اسمبلی کے ہر کن کو وزیر بنا دینے کا مقصود شاید نظم و نقش کے معیار کو بہتر بنانا ہو لیکن اس سے مسائل حل نہیں ہوئے۔ بلوچستان کا بنیہ کا ایک دن کا خرچ 65 لاکھ روپے سے زیادہ ہے۔ کسی بھی کار کردگی کے بغیر اتنا زیادہ خرچ کسی بھی طرح درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کاپینے کی تعداد آئینی حدود کے مطابق ہونی چاہئے۔ صوبے کے ترقیاتی فنڈ ز صاف اور شفاف طریقے سے خرچ کئے جانے چاہئیں جس سے لوگوں کا اعتماد بحال ہو۔ اس وقت بلوچستان اور پورے ملک سے تعلق رکھنے والے قانون سازوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ قانون سازی پر توجہ دیں نہ کہ ترقیاتی فنڈ ز کو خرچ کرنے کے طریقے ڈھونڈنے پر۔ ترقیاتی فنڈ ز کے خرچ کی ذمہ داری بلدیاتی نمائندوں کی ہونی چاہئے۔

- 15 -
بلوچستان حکومت ہمیشہ اپنی تھی دامتی اور بے دست و پا ہونے کا رونارونا شروع کر دیتی ہے جب اس پر صوبے کے خراب حالات کے حوالے سے تقید کی جاتی ہے۔ بلوچستان کے حالات میں جس قسم کے اچھے نظم و نقش کی ضرورت ہے موجودہ حکومت اس کے بالکل بر عکس کام کر رہی ہے۔ صوبے کے خراب حالات کا رونارونے کی بجائے بلوچستان حکومت کو صوبے کے عوام کی صحت اور پینے کے صاف پانی اور انہیں دیگر بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی پر اپنی کوششیں مرکوز کر دیں چاہئیں۔ صوبائی حکومت کی عوامی مسائل کی جانب عدم دلچسپی اور عوام کی جانب سے حکومت سے کسی قسم کی توقع کا نہ رکھنا تشویش کا باعث ہے۔ یہ بڑی بد قسمتی کی بات ہے کہ اس وقت صوبائی حکومت میں ایمانداری، شفاقت اور اہلیت نام کی کوئی شے نہیں پائی جاتی۔ بلوچستان میں اس وقت ایک ایسی حکومت کی ضرورت ہے جسے عوام کے مسائل اور انہیں حل کرنے میں دلچسپی ہو۔ امید ہے کہ آنے والے انتخابات میں صوبے کے عوام ایک ایسی ہی حکومت منتخب کریں گے۔ بلدیاتی نظام چونکہ پھی سطح تک پھیلا ہوا پروگرام ہے لہذا اسے دوبارہ شروع کرنا چاہئے۔

- 16 -
صوبے میں بڑھتی ہوئی طالبانائزیشن کے عمل کے آگے بند باندھنا چاہئے۔ ریاست کو ملک میں نفرت کے کاروبار کو اندر رون اور یروں ملک سے ہونے والی فنڈ نگ کے بارے میں عوام کو آگاہ کرنا چاہئے۔ پاکستان کو چاہئے کہ اپنے دوست ممالک سے یہ درخواست کرے کہ پاکستان میں مذہبی انتہا پسندی کے خاتمے میں اسکی مدد کریں اور مذہبی انتہا پسندی میں ملوث اداروں کو ہرگز فنڈ نہ دیں۔ ملک کے اندر موجود عناصر جو طالبانائزیشن کی مدد کر رہے ہیں انہیں اس عمل سے روکنا چاہئے اور انہیں بے نقاب کرنا چاہئے۔ یہ سبق بھی ذہن نشین رہنا چاہئے کہ ملک میں اسلامی انتہا پسندوں کو فروع دینے کے نتیجے میں ملک کو کن حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لئے ایک اسلامی جنگجوؤں کی فوج تیار کرنے سے گریز ہی کرنا چاہئے۔ تاہم بلوچستان میں انتہا پسندوں کے کمپ اور ان کے تربیتی مرکزوں کے اکاؤنٹس کچھ اور ہی کہانی سناتے ہیں۔ اس قسم کی پالیسی کا خاتمہ ہونا چاہئے۔

- 17 -
صوبے میں انسانی سماگلنگ کے ناسور کا خاتمہ کرنا چاہئے۔

- 18۔ اگر حکومت حالات ٹھیک کرنے میں سمجھیدہ ہے تو اسے بلوچستان میں کھلم کھلاہ تھیاروں کی آمد کے سلسلے کو روکنا چاہیے اور ریاست کو اس سلسلے میں سمجھیدہ اقدامات اٹھانے چاہئیں۔
- 19۔ وفاقی حکومت نے بلوچستان کو ملک کے دیگر صوبوں کے قریب لانے کیلئے کوئی کام نہیں کیا۔ سمجھنہیں آتا کہ بلوچستان کی اور اس سے باہر آنے جانے والی پروازوں کا کراچیہ ملک میں سب سے زیادہ کیوں ہے؟ صوبے میں سیاحت و تجارت کے فروغ کیلئے ہوائی جہاز کے کرایوں کو بلوچستان میں آنے جانے والوں کیلئے کم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ شاہراہوں اور ٹرین کے ذریعے سفر کو محفوظ بنانے کی بھی اتنی ہی ضرورت ہے۔
- 20۔ بلوچستان کے بڑان میں میڈیا کے کردار پر تنقید کافی حد تک درست ہے۔ میڈیا نے بلوچستان کے لوگوں کو اطلاعات فراہم کرنے کیلئے اپنا کردار اس طرح سے ادا نہیں کیا جس طرح اسے کرنا چاہئے تھا۔ میڈیا کو اپنے اس غیر مناسب کردار کی تصحیح کرنی چاہئے۔ صحافت سے وابستہ افراد کو پورنگ کرنے تک کسی قسم کے تعصباً سے بالاتر ہونا چاہئے اور بلوچستان میں ہونے والے واقعات کا تعاقب کرنا چاہئے ناکہ ہمہ وقت بریکنگ نیوز کے تعاقب میں بھاگتے رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ صحافیوں کے تحفظ کیلئے ریاست کو خاطر خواہ اقدامات بھی اٹھانے چاہئیں تاکہ وہ بلوچستان میں اپنے فرائض درست طور پر ادا کر سکیں۔

ضمیمے

2005-06 میں اتحاد آری پی کے فیکٹ فائنسڈ نگ مشن بلوچستان کے مشاہدات اور سفارشات

- 1 بلوچستان میں عسکریت اور معاشری و سیاسی تنازعات کے باعث اس وقت جنگ کی تیکیت ہے۔ حکومت اس صورتحال کا انکار کر کے مزید پچیدگیاں اور اجھاؤ پیدا کر رہی ہے، جن کے باعث حالات بے قابو ہو سکتے ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ:
- (الف) فوری طور پر جنگ بندی کی جائے اور پارلیمنٹ کے ایک خصوصی اجلاس کے ذریعے اس امر کی یقین دہانی کرائی جائے کہ مذکورات اور مکالمے کے ایک مستقل سلسلے کا آغاز کیا جائے گا، جو لازماً اس وقت تک جاری رہنا چاہیے جب تک صوبائی خود مختاری اور چھوٹے صوبوں کے عوام کے حقوق جیسے بنیادی مسائل حل نہ ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ صوبے سے فوج کی واپسی کے منصوبے کا اعلان کیا جائے جس میں وقت کا تعین کیا گیا ہو۔ اس منصوبے پر فوری طور پر عمل شروع کیا جائے۔
- (ب) مختصر دورانی میں میں صوبائی نوعیت کے تمام دستوری نظام از سر نبوڑئے کار لائے جائیں اور نیک نیقے کے ساتھ اتفاق رائے تک پہنچنے کے لیے ہر نقطہ نظر کو اس میں شامل کیا جائے۔ تاہم طویل مدت کے دوران سیاسی قوتوں کو جمہوری عمل کی بحالت کے لیے بھرپور جدوجہد کرنی ہوگی جس میں پاکستان کی وفا قی بنیادوں کا پوری طرح احترام کیا جانا چاہیے۔
- (ج) قبائلی آزادی کے معاشری اور سیاسی حقوق کا پوری طرح احترام کیا جانا چاہیے۔
- (د) بلوچستان میں غیر ضروری طور پر بنائی گئی چوکیاں فوری طور پر ختم کی جائیں اور پارلیمانی کمیٹی کی سفارشات کا احترام کیا جائے۔
- (ه) پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق تمام انتہا پسند بلوچ گروپوں اور پارٹیوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ بارودی سرنگیں بچانے کا سلسلہ بند کریں اور پبلی سے بچائی ہوئی سرنگوں کی صفائی میں تعاون کریں۔
- (و) حکام کو قبائلی جھگڑوں کو ہوانہ نہیں دینی چاہیے اور مسلح جنگجوؤں کو بھی اس سے باز رہنا چاہیے۔ ایسی چالوں سے زمینی سیاسی حرائق کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا، البتہ ان کی شدت اور خرابی میں اضافہ ضرور کیا جا سکتا ہے۔
- (ز) سرکاری سطح پر ڈس انفار میشن کی مہم فوری طور پر بند کی جائے۔ خاص طور پر سانی اور گروہی تقاضات اور تصادم کا فروغ سرکاری فورموں سے نہیں ہونا چاہیے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے فرائض انجام دینے چاہیے اور پروپیگنڈہ کی کسی مہم کا حصہ نہیں بننا چاہیے۔
- (ح) جب تک حالات معمول پر نہیں آجائے، حکومت تصادم کے علاقوں میں انسانی حقوق کے تحفظ اور نگرانی کے لیے ایسے آزاد بصر مقرر کرے جو سب کے لیے قابل قبول ہوں۔

12۔ مکمل رپورٹ درج ذیل لینک پر دستیاب ہے

<http://www.hrcp-web.org/pdf/Conflict%20in%20Balochistan--%20Complete.pdf>

-2۔ فیصلہ کرنے والے حکام اور سیکیورٹی فورسز اب تک مکمل طور پر احتساب کے دائرے سے باہر چلے آ رہے ہیں اور صوبے میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے بارے میں انھیں کوئی جواب دہی نہیں کرتی پڑتی۔ اندروںی طور پر بے گھر ہونے والوں کے بارے میں بھی وہ ذمہ داری اور جواب دہی سے آزاد ہیں۔ اس صورت حال کے تدارک کے لیے درج ذیل اقدامات کیے جانے چاہیے:

(الف) اعلیٰ سطح پر ایک آزاد پیلک پر اسکیوٹر کے ماتحت، ماورائے عدالت، سرسری اور من مانی سزاوں، اذیت رسانی، لوگوں کے غائب کیے جانے، اور تشدد کے باعث زخمی ہونے کی تحقیقات کروائی جائے۔ ایسے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو انصاف کے کھرے میں لاایا جائے۔ سیکیورٹی فورسز پر زیادتیوں کے الزامات کی اندروںی طور پر بھی تحقیقات ہونی چاہیے۔

(ب) نظر بندی اور حراست کے غیر قانونی مرکز فوری طور پر بند کیے جائیں اور وزارت داخلہ اس سلسلے میں پارلیمانی کمیٹی کے سامنے روپورٹ پیش کرے۔ کمیٹی کے پاس لازماً ایسے اختیارات ہونے چاہیے کہ وہ اس طریق کارکنی گمراہی اور احتساب کر سکے، تاکہ عوام کو یقین دلا سکے کہ ایسی غیر قانونی حرکتوں اور طریق کارکے خاتمے کے لیے تمام ضروری اقدامات کیے جا رہے ہیں۔

(ج) ملک کے تمام خفیہ ادارے قوانین اور قواعد و ضوابط کے پابند ہونے چاہیے، مگر ان اداروں کو ان کا احتساب کرنا چاہیے اور انھیں عوامی نمائندوں کے سامنے جواب دہ ہونا چاہیے۔

(د) یہ امر نہایت اہمیت رکھتا ہے کہ اعلیٰ عدالتیں شہریوں کو تحفظ فراہم کرنے میں اپنا مطلوبہ کردار ادا کریں۔ انھیں ریاست کے ہلکاروں کی طرف سے کی جانی والی زیادتیوں کے خلاف اپنے قانونی اختیارات کو بروئے کارلاتے ہوئے، لازماً سزاوں میں دینی چاہیے۔

(ه) میڈیا اور رسول سوسائٹی کی تنظیموں کے ملک کے مخصوص علاقوں میں داخلے پر پابندی نہیں ہونی چاہیے اور نہ ہی بعض واقعات کے بارے میں اطلاعات کو جان بوجھ کر مستحب کر کے پیش کیا جانا چاہیے۔ اس کے برعکس یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ مخصوص حالات کے حامل علاقوں کے بارے میں خبروں اور اطلاعات کے حصول کے لیے مناسب سہولتیں مہیا کرے۔

(و) اندروںی طور پر بے گھر ہونے والوں کی اپنے گھروں میں واپسی کو ممکن بنانے کے لیے ضروری ہے کہ نہ صرف جنگ بندی کی جائے بلکہ تمام سڑکوں کو آمد و رفت کے لیے کھولا جائے، اور تھبوں اور شہروں کے اندر فرنٹنیز فورس کے مورچے ختم کیے جائیں۔ ایسے تمام لوگوں کو معاوضہ دیا جائے جنہوں نے جانی، مالی یا کسی بھی قسم کے نقصان اٹھائے ہیں۔

(ز) قانون نافذ کرنے والے اداروں کے افراد کو لازماً انسانی حقوق اور انسانی قوانین کے حوالے سے ضروری تربیت دی جائے۔ اور ان کے افسران کو لازماً قواعد و ضوابط کی پابندی کرنی چاہیے اور عوام کو بھی ان ضوابط سے آگاہ ہونا چاہیے۔

-3۔ بلوچستان میں حکومت کے بارے میں عدم اعتماد کی فضاضاپائی جاتی ہے۔ حکومت کے اعتماد کو لازماً از سرنو بحال کیا جائے تاکہ صوبے کے اندر شہریوں اور ریاست کے درمیان پائے جانے والے فاصلوں کو کم کیا جاسکے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اس

بات پر یقین رکھتا ہے کہ عوام حکومت کی عملداری اور اختیار کا احترام صرف اسی صورت میں کریں گے جب اس کی بنیاد انصاف، قانون کی حکمرانی، مساوات اور امتیازی سلوک کے خاتمے پر رکھی جائے گی۔

(الف) پہلے قدم کے طور پر حکومت پاکستان کو بین الاقوامی ریڈ کراس سوسائٹی (ICRC) کے ساتھ اپنے معاهدے پر نظر ثانی کرتے ہوئے اس کی حدود کار میں انصافہ اور وسعت پیدا کرنی چاہیے۔ ایسے خدشات کی صورت میں جو انسانی زندگیوں کے نقصان اور زخمی ہونے والوں کے بارے میں بلوچستان میں پائے جاتے ہیں، حکومت کو لازماً ICRC کی خدمات سے فائدہ اٹھانا چاہیے تاکہ عوام کا اعتماد بحال ہو سکے۔

(ب) ترقی کے بارے میں ریاست کے تصور کی سمت درست نہیں، جبکہ جاری تصاصم کے باعث بچ سکول نہیں جاسکتے، ایسی صورتحال میں خود ترقی کا عمل ہی خطرات کی زد میں آجائے گا۔ بچوں کے سکول جانے کو بیکنی بنانے کے لیے، عوام اور رسول سوسائٹی کا اعتماد بحال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ نیم فوجی دستوں کی تعداد میں کمی کی جائے۔

تمام صوبوں کے عوام کے درمیان باہمی ربط اور اعتماد کا نصف نقدان ہے بلکہ اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس اضافے کی وجہ یہ ہے کہ صوبائی حکمرانی کا انحصار مرکزی حکومت کی خوشنودی پر ہے اور وہ اپنی خود مختاری کو برقرار رکھنے کے عزم اور ارادے سے محروم ہو چکی ہے۔ فیصلہ سازی کے عمل میں عوام کو شریک کرنے کے لیے لازم ہے کہ ہر سطح پر اعتماد بحال کرنے کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔

(الف) حکومت کو چاہیے کہ انسانی حقوق کی تمام تنظیموں کو کسی رکاوٹ کے بغیر جیلوں اور پولیس ٹینشنوں کا دورہ کرنے کی مکمل اجازت دے۔

(ب) فیصلے کرتے ہوئے، آبادی کے توازن کے بارے میں بلوچستان کے عوام خدشات کا پوری طرح لاحاظہ رکھا جائے۔ یہ امر خاص طور پر بڑے منصوبوں (MEGA PROJECTS) کے بارے میں اہمیت رکھتا ہے۔ جیسے گوادر بندرگاہ۔ صوبے سے باہر کے لوگوں کی طرف سے زمین کی خریداری کا معاملہ بھی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ مختلف سکیموں کی منصوبہ سازی اور بڑے منصوبوں کی تیاری کے مرحلے میں مقامی عوام کی رائے کا خاص طور پر لاحاظہ رکھا جانا چاہیے۔

(ج) صوبے کی سول انتظامیہ کو لازماً اپنے انتظامی سربراہوں کے سامنے جواب دہ ہونا چاہیے اور پیرامٹری فورمز کے حکام سے احکامات نہیں لینے چاہیں۔

(د) صوبے کے وزیر اعلیٰ نے بے چینی کے آغاز سے لے کر اب تک تصاصم زدہ علاقوں کا دورہ نہیں کیا۔ ان سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ آزادا نہ طور پر صورتحال کا جائزہ لیں اور اندازہ لگائیں۔

حکومت کے ترقیاتی منصوبوں کا رُخ عوام کو پوری طرح با اختیار بنانے کی طرف ہونا چاہیے۔ فیصلہ سازی کے طریق کار میں عوام کے مرکزی کردار کو لازمی طور پر تسلیم کیا جانا چاہیے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ عوام کی بات سنی جائے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ سول سوسائٹی کی تینیں محرومی کے شکار علاقوں کا دورہ کرنے کے لیے زیادہ محنت اور جدوجہد کریں اور عوام

کے ساتھ مل کر اقدام کریں تاکہ وہ اپنی آواز بلند کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام تحریکیوں کو لازماً اپنی اپروچ اور طریق کار میں تبدیلی لانا ہوگی۔ یعنی محض ایک ہی رُخ سے حقوق کے لیے جدوجہد کرنے کے بجائے اپنی بنیاد کو وسعت دیں اور اپنے آغاز کا روک ملک گیر سطح کے بلکہ بین الاقوامی سطح کے اتحادوں اور مہمتوں کی صورت میں منظم کریں۔

(الف) پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق حکومت سے اور قائم قبائلی رہنماؤں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ جرگوں کے ذریعے سزا کمیں سنانے کی روایت کو ختم کریں، اور اس مقصد کے لیے ہر ممکن اقدام کریں، اور ان تمام ٹھیکیوں کو ختم کریں جو اس وقت موجود ہیں۔ اپنے طور پر کمیشن حکومت کی حوصلہ افزائی کرے گا کہ سرکاری اور خجی اشتراک سے قانونی امداد فراہم کرنے کے مراکز قائم کرے اور ایسے قانونی ذرائع وجود میں لائے جو سول تنازعات کو طے کرنے میں ایک تباہی کردار ادا کر سکیں۔ یعنی ایسا روایتی طریق کار بروئے کار آئے جو انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔

(ب) عوام کی ضروریات کی تکمیل کے لیے بلوچستان میں تعلیمی ادارے اور پیشہ ورانہ تربیت کے مراکز قائم کیے جائیں۔ ترقی محض انفارسٹر کچر کی تغیریا بڑے بڑے منصوبوں تک محدود نہیں ہونی چاہیے۔

(ج) ترقیاتی منصوبوں کا رُخ سول سوسائٹی کی تعمیر کی طرف ہونا چاہیے۔ اس میں پریس کلبوں، بار ایسوسی ایشنوں، کمیونٹی ریڈیو اور ٹیلی ویژن نیٹ ورک اور اس نوع کے دیگر اداروں کا قیام شامل ہے۔ ان کے ذریعے بلوچستان کے عوام کا رابطہ باقی ملک کے عوام سے ہو گا اور ایک ایسا تمدن اور کلچر وجود میں آئے گا جس میں ان کے لیے بہتر زندگی نے اپنے ممکن ہو سکے گا۔

(د) بلوچستانی عورت کی کم نظری، تعلیمی پسمندگی اور فیصلہ سازی میں اُس کی آواز کا شامل نہ ہونا، ایسے عوامل ہیں جو صوبے کی ترقی میں حائل بخیہ رکاوٹوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ صورت حال تقاضا کرتی ہے کہ حکومت، تباہی قیادت، علاقائی قیادت اور سیاسی پارٹیاں اور ان کے ساتھ قوم پرست تحریکیں سب نہایت سخیگی سے ان مسائل کو اپنی توجہ کا مرکز بنائیں۔

(ه) بلوچستان کی دھماکہ نہیں صورت حال میں، معاشرے کے زیادہ غیر محفوظ طبقے مشاہدے، اقلیتی برادریوں کے افراد، اور بے روزگار نوجوان، نہ صرف غیر معمولی تحفظ کے مستحق ہیں بلکہ ان کی سماجی اور معاشری ترقی کی ضمانت کے لیے لازم ہے کہ اس مقصد کے لیے مناسب عملی منصوبے بنائے جائیں۔

اتجاح آرٹی پی کے فیکٹ فائنسڈ مگ مشن برائے بلوچستان 2009 کی سفارشات

- 1- بلوچستان میں فوری طور پر اعتماد اور بھروسے کی فضا کو بحال کیا جانا چاہیے تاکہ ناراض لوگوں کے ساتھ نہ مذکور اور بات چیت کے عمل کو شروع کیا جاسکے۔ اعتماد کی بحالی کے لیے پہلے قدم کے طور پر صوبے میں موجود فوج کو ہٹایا جانا بہت ضروری ہے۔
- 2- سول مسلح فورسز سے متعلق قوانین میں مزید بہتری کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ ان کے کردار کو متعین کیا جانا چاہیے اور اس حوالے سے پاریمان میں باقاعدہ بجٹ ہونا چاہیے۔
- 3- مستقبل میں بلوچستان سے تعلق رکھنے والی تمام سیاسی جماعتوں کو قومی دھارے میں شامل کیا جانا چاہیے۔
- 4- بلوچستان کے عوام کو یہ یقین دلانے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے معاملات میں آزاد ہیں اور صوبے کے وسائل اور ان کے استعمال پر ان کا پورا حق ہے۔
- 5- صوبے سے تعلق رکھنے والے گشادہ اور لاپتہ افراد کا مسئلہ حل کیا جانا چاہیے اور اس حوالے سے بلوچستان کے عوام کے خدشات کو دور کیا جانا چاہیے اور سویلین اور منتخب نمائندوں کو با اختیار ہنا یا جانا چاہیے۔
- 6- وہ تمام افراد جنہیں غیر قانونی طور پر گرفتار کیا گیا ہے انہیں رہا کیا جانا چاہیے۔ سیاسی قیدیوں کو رہائی ملنی چاہیے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے والوں کو انصاف کے کٹھرے میں لانا چاہیے۔
- 7- بلوچستان سے باہر رہنے والوں کو یہ آگاہی دینی چاہیے کہ بلوچستان میں ہو کیا رہا ہے۔
- 8- کوئی اور صوبے کے دوسرے شہری مرکز پر صنعتی زمزما قائم کیے جانے چاہیں تاکہ صوبے سے تعلق رکھنے والے افراد خصوصاً نوجوانوں کو روزگار ملے اور اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع بھی۔
- 9- سول سو سائٹی کو بلوچستان میں اپنی موجودگی کو بڑھانا چاہیے تاکہ صوبے کے حالات پر نظر رکھی جائے اور خاص طور پر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو مانیٹر کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ صوبے میں جمہوریت کی ترقی اور بلوچ عوام کے خدشات اور شکایات کو باقی ماندہ پاکستان کے سامنے لانے کے لیے بھی سول سو سائٹی کو بلوچستان میں اپنی سرگرمیوں کا دائرہ کار بڑھانے کی ضرورت ہے۔
- 10- قومی میڈیا (پرنٹ اور الیکٹرانک) کو بلوچستان کے معاملات کو مزید بہتر اور موثر انداز میں پیش کرنا چاہیے اور اس مقصد کے لیے مزید جگہ اور ارثاً نام مخصوص کیا جانا چاہیے۔
- 11- صوبے کے خراب حالات کے باعث تعلیمی معیار میں خاصی کمی آئی ہے۔ اس حوالے سے اقدامات کیے جانے کی ضرورت ہے تاکہ بلوچستان سے تعلق رکھنے والے طلباء طالبات تعلیمی اعتبار سے پاکستان کے دیگر طالب علموں کے مقابل آ سکیں اور اس طرح انہیں بھی آگے بڑھنے کے وہ تمام موقع میسر آ سکیں جو پاکستان کے دوسرے صوبوں کے طلباء کو حاصل ہیں۔
- 12- بلوچستان کے عوام کو ریلیف دینے کے لیے زبانی جمع خرچ کرنے کی بجائے عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں بلوچ نوجوانوں کو روزگار دیا جانا چاہیے، صوبائی حکومت کے فنڈز کو بڑھانا چاہیے، بلوچ علاقوں میں موجود آری اور پیرا ملٹری فورسز کو نکال لیا جانا چاہیے، سیاسی قیدیوں کو رہائی ملنی چاہیے اور لاپتہ افراد کو گھر واپس بھجنانا چاہیے اور صوبے کو خود مختاری دینے کے لیے ٹھوں اقدامات کیے جانے چاہیں۔ مختصرًا، اگر بلوچستان کو مزید بتاہی سے بچانا ہے تو اس کے مسئلے کا فوری طور پر سیاسی حل نکالنا چاہیے۔

13- ملک روپر درج ذیل لکٹ پرستیاب ہے

<http://www.hrcp-web.org/pdf/Pushed%20to%20the%20wall.pdf>

انسانی حقوق کے فیکٹ فائنسٹ نگ مشن برائے بلوچستان 2011 کی سفارشات

مشن نے مشاہدہ کیا کہ 2009 میں بلوچستان کے لیے ایچ آر سی پی کے تحقیقاتی مشن کی سفارشات موثر تھیں، تاہم ان پر عملدرآمد نہ کیا گیا۔ (ضمیمه 1 ملاحظہ کریں) چنانچہ مشن نے ان تمام سفارشات کا اعادہ کیا ہے اور اس امید کا اظہار کیا کہ اس باران پر زیادہ سنجیدگی سے غور کیا جائے گا اور ان پر عملدرآمد کیا جائے گا۔
مزید برآں، مشن نے درج ذیل سفارشات تجویز کیں۔

- 1 جری گمshed گیوں کا غیر قانونی طریقہ کار قانون کی حکمرانی کی مکمل نظری ہے اور اسے فوری طور پر بند ہونا چاہیے۔ ریاست اس امر کو یقینی بنائے کہ اس کے اہلکاروں کے اقدامات قانون کی حدود میں رہیں اور فرائض سے کوتا ہیوں کی شفاف اور قابل بھروسہ طریقے سے تحقیقات ہوں اور ذمہ داران کو قانون کے مطابق سزا دی جائے۔ تمام جری گمshed افراد کا فوری سراح لگایا جائے، انہیں رہا کیا جائے اور معاوضہ ادا کیا جائے۔ انہیں غیر قانونی حراست میں رکھنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ جن وجوہات کی نشاندہی کی گئی ان میں جری گمshed گیوں کی تحقیقات کے کمیشن پر لوگوں کا عدم اعتماد شامل ہے۔ کمیشن پر ان کے عوام کے اعتماد کو تسلیم کیا جانا چاہیے اور واقعات کی تحقیقات کے لیے ان الفرا ایک ایسا طریقہ کارروائی کیا جائے جس پر لوگ اعتماد کریں۔
- 2 صوبے میں کام کرنے والی تمام سیکورٹی فورسز کو سول کنٹرول میں لا یا جائے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے ہونے والی ہر کارروائی قانون کی حکمرانی کے اندر اوس رسول انتظامیہ کی زیر نگرانی ہونی چاہیے۔ فرینچیر کا نسٹیبلری کو سویلین اداروں کی معاونت میں اور رسول کنٹرول کے تحت کام کرنا چاہیے۔ سول مسلح افواج، کو جہاں بھی سول حکام کی مدد کے لیے طلب کیا جائے، انہیں سول انتظامیہ کے زیر کنٹرول اور اس کے نظم و ضبط کی پابندی کرنی چاہیے۔ کسی بھی واقعے میں انہیں پولیس کے فرائض سنپھالنے یا من مانے طور پر کام نہیں کرنا چاہئے۔ قانونی کارروائی سے مکمل استثنی کا فوری خاتمه ہونا چاہئے جو کہ اس وقت بلوچستان میں الیسی کو حاصل ہے۔

- 3 صوبے میں پولیس کے فرائض پولیس کو دا پس تفویض کئے جائیں۔ اس کی باقاعدہ تربیت ہونی چاہیے اور اسے اس بارے میں حساس بنانا چاہیے تاکہ وہ امن و قانون کی بحالی اور عوام کے حقوق کے احترام کو یقینی بنائے۔ پولیس کو مقدمات کا اندر ارج کرنے کی اپنی ذمہ داری پوری کرنی چاہیے اور جری گمshed گیوں، ٹارگٹ کلنگ، مسخ شدہ لاشوں کی برا آمدگی اور اغواء برائے تاوان کے واقعات کی موثر تحقیقات کرنی چاہیے۔ پولیس میں اعتماد پیدا کیا جائے کہ وہ بلا خاڑ ملزم کے مرتبے یا سیکورٹی فورس کے ساتھ وابستگی سے قطع نظر، پولیس کے فرائض ادا کرنے والے سیکورٹی فورس کے اہلکاروں کے خلاف درج ہونے والی شکایات کی تحقیقات کرے۔

- 4- تا حال سکیورٹی فورسز کے احتساب اور انسانی حقوق کی شدید خلاف ورزیوں پر حاصل مکمل استثنی کے خاتمے کی ضرورت کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ایچ آر سی پی یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ ریاستی اہلکاروں کے غیر قانونی اقدامات کی بنیادی وجہ ان کو حاصل استثنی ہے اور اگر یہ امر واضح کر دیا جائے کہ غیر قانونی اقدامات پر ذمہ دار ان کو سزا سے تحفظ حاصل نہیں ہو گا تو ان میں بڑے پیمانے پر کمی واقع ہوگی۔ ایچ آر سی پی اس بات پر زور دیتا ہے کہ حقوق کی خلاف ورزیوں کے ذریعے اندر وطنی سلامتی کو کبھی بھی یقین نہیں بنایا جاسکتا۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں اور سکیورٹی فورسز کے عملے کو باضابط طور پر جواب دہ ٹھہرانے کے لیے ایک منظم طریقہ کار وضع کیا جائے اور ان اہلکاروں کے خلاف لوگوں کی جانب سے کی گئی شکایات پر توجہ دی جائے۔ ایسا باضابط کار ہونا چاہیے جو لوگوں میں اعتماد پیدا کرے اور وہ ان کے لیے آسان اور قابل رسائی ہونا چاہیے۔
- 5- قانونی طور پر مجاز حکام کے علاوہ کسی فرد کو اپنی تحولی میں نہیں لینا چاہیے۔ زیر حراست فرد کو جلد از جلد اس پر لگے اڑامات سے آگاہ کیا جائے۔ اور آئینی تقاضوں کے مطابق اسے 24 گھنٹوں کے اندر عدالت میں پیش کیا جائے اور اس کے باضابطہ ٹرائل کے حقوق کا احترام کیا جائے اور اس ضمن میں اس کی معاونت کی جائے۔ ان حقوق کا تحفظ نہ کرنے والوں کے خلاف تندہ سے قانونی کارروائی کی جائے۔
- 6- یہ انہائی افسوسناک امر ہے کہ جری گشدنگی کے شکار افراد عدالتوں میں پیش کیے جانے کی بجائے اب ویران مقامات سے مسخ شدہ نعشوں کی شکل میں نمودار ہو رہے ہیں۔ لاپتہ فرد کی نعش برآمد ہونے کے ہر واقعے کی عدالتی تحقیقات کی جائے اور عوام کو رپورٹ سے آگاہ کیا جائے۔ متأثر افراد کے اہل خانہ کو معاوضہ بھی ادا کیا جائے۔
- 7- صوبے میں فیصلہ سازی اور حکومت چلانے کے اختیارات جمہوری سیاسی حکام کو سونپے جائیں۔ صوبائی حکومت کو اپنے اختیارات کو بروئے کار لانے اور عوام کی بہتری کے لیے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ صوبائی حکومت کو چاہیے کہ وہ امن و عامہ کے قیام اور تمام افراد کے تمام حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانے کا اپنا فریضہ پورا کرے۔ جب لوگوں کو ان کے مذہبی عقائد اور لسانی تشکیل کی وجہ سے قتل کیا جا رہا ہے تو اسے محض تماشائی کا کردار ادا نہیں کرنا چاہیے۔ حکومت تمام تعلیمی عملے کے تحفظ کو یقینی بنانے اور دیکھنے کے تعلیمی ادارے پر امن ماحول میں کام کر رہے ہیں۔ نام نہاد آباد کاروں سمیت تمام افراد کے حقوق کو تحفظ دیا جائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو قانون کے کٹھرے میں لایا جائے۔
- 8- اعلیٰ عدیہ ماتحت عدالتوں کو ہدایات جاری کر سکتی ہے کہ وہ حقوق کی خلاف ورزیوں کے مقدمات سننے میں سرگرمی کا مظاہرہ کریں۔ عدیہ کو اپنے احکامات پر عملدرآمد کو یقینی بنانے میں بھی زیادہ تندہ ہی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔
- 9- نشان زد بلکتوں اور انواعہ برائے تاویں جیسے گھناؤنے جرام میں ملوث ریاستی اہلکاروں کو سیاستدانوں اور رخاٹی اداروں کی جانب سے تحفظ کے خلاف شکایات کی جائج کی جائے اور نتائج عوام کے سامنے لائے جائیں۔ جو فرد بھی مجرم ثابت ہو اسے قرار واقعی سزادی جائے۔
- 10- حکومت نشانہ بننے والی آبادیوں کے ساتھ مشاورت کر کے اس امر کو یقینی بنائے کہ ٹارگٹ کلگنگ کی روک تھام کے لیے تمام مکانہ اقدامات اٹھائے جائیں گے، تمام واقعات کی مؤشر تحقیقات ہوں گی اور مزمان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔ مذہبی،

- فرقدارانہ اور سانی ہم آنکھ کے فروغ کے لیے ترجیح بنا دوں پڑھوں اقدامات کرنے کی اشہد ضرورت ہے۔
- 11 - اقلیتی مذہبی برادریوں کی عبادت گاہوں اور اجتماع کو تحفظ فراہم کیا جائے اور ان برادریوں کو حفاظت کا یقین دلایا جائے۔
- 12 - یہ بالکل ناقابل قبول ہے کہ صوبے میں اندر وون ملک نقل مکانی کرنے والے بیشتر افراد تاحال بے دخل ہیں اور ان کی دیکھ بھال نہیں کی گئی۔ جری بے دخل کیے گئے افراد کو از سرنو بحال کرنے اور جس حد تک ممکن ہو سکے، انہیں اپنے آبائی علاقوں میں واپس آباد کرنے کے اقدامات کو ترجیح دی جانی چاہیے۔
- 13 - ریاستی اہلکاروں کے تشدد کا نشانہ بننے والے تمام متاثرین کو مناسب اور فی الفور معاوضہ ادا کیا جائے۔
- 14 - حکومت کو چاہیے کہ وہ صوبے میں انسانی حقوق کے محافظین کو درپیش ذاتی خطرات کا ادراک کرے اور ان کو روکنے کے لیے اقدامات کرے۔ اگرچہ حکومت پر تمام افراد کو محفوظ ماحول فراہم کرنے کا فرضیہ عائد ہوتا ہے، تاہم انسانی حقوق کے محافظین کے سلسلے میں یہ فرضیہ، اس حقیقت کے پیش نظر کہ ان کے کردار کے بغیر انسانی حقوق کی متعدد خلاف ورزیاں منظر عام پر نہیں آ سکتیں، زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ انسانی حقوق کے محافظین کے قتل کے واقعات کا نوٹس لیا جائے اور قاتلوں کو انصاف کے کٹھرے میں لانے کے لیے کوئی بھی دلیل دھوڑا جائے۔
- 15 - صوبے میں خوف کی فضا کو ختم کرنے اور لوگوں کو تحفظ کی یقین دہانی کرانے کی اشہد ضرورت ہے۔ ایسا ہوئے بغیر لوگ ان ریاستی اہلکاروں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی پیروی نہیں کریں گے، جنہیں وہ اپنے حقوق کی خلاف ورزیوں کا ذمہ دار سمجھتے ہیں، بالخصوص ایسی ریاست کی موجودگی میں، جس نے عرصہ دراز سے یہ ریت اپنائی ہوئی ہے کہ جب اسے حقوق کے تحفظ کو اپنی توجہ کا مرکز بنانا چاہیے، وہ اپنا منہ وسری جانب پھیر لیتی ہے۔
- 16 - بلوچستان کی سیاسی جماعتوں اور وسیع سول سوسائٹی کو مستقبل کی راہ عمل کے لیے ہمہ گیر مشاورت کرنی چاہیے۔ بالخصوص، سیاسی جماعتوں کو عوام کے حقوق اور بلوچستان کے مفادات کے تحفظ اور فروغ کی خاطر آپس میں مذاکرات کر کے مشترکہ مطالبات پر متفق ہونا چاہیے۔ سیاسی جماعتوں کو یہ بھی چاہیے کہ وہ بلوچستان کا مسئلہ پارلیمنٹ میں لا کیں۔ صوبے کی تمام سیاسی قوتوں کو بڑے سیاسی دھارے میں لایا جانا چاہیے۔
- 17 - امن و عامہ کی صورتحال میں بہتری معاشی سرگرمیوں کے لیے لازمی شرط ہے، جو کہ صوبے میں غربت اور وسیع پیمانے کی بے روزگاری پر قابو پانے کے لیے لازمی ہے۔
- 18 - صوبے کے لوگوں کو با اختیار بنانے اور ان میں اعتماد بحال کرنے کی غرض سے حکومت کے اعلان شدہ اقدامات کے مطلوبہ اثرات سامنے نہیں آئے۔ لوگوں کے مصائب کا ازالہ کرنے کی خاطر اقدامات کرنے اور ان پر عملدرآمد کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔

بلوچستان میں انج آرسی پی کے توثیق شدہ جبری گمشدگی کے واقعات (2000 سے 12 مئی 2012)

سال 2005-2000

نمبر شمار	نام	ولدیت	گمشدگی کی تاریخ	صلح	موجودہ حالت
-1	علام پیر کانی		24.9.2000	حضردار	سراغ مل گیا
-2	ہاشم پیر کانی		21.09.2000	حضردار	لاپتہ
-3	علی اصغر بنگلوری		18.10.2002	کوئٹہ	لاپتہ
-4	حافظ سعید الرحمن	اللہ بخش بنگلوری	04.07.2003	صالح محمد	کوئٹہ
-5	گہرام صالح	صالح محمد	08.08.2004	گودار	سراغ مل گیا
-6	علی احمد مری		21.02.2005	بی	سراغ مل گیا
-7	غلام محمد		08.12.2005	تربت	نشش برآمد ہوئی
-8	گل محمد	حاجی پر ٹھوانی	18.11.2005	بی	سراغ مل گیا
-9	عینف لکھی ڈاکٹر		نومبر 2005	ڈیرہ لکھی	سراغ مل گیا
-10	حسن لکھی	حاجی عبدالواحد	10.06.0.2005		سراغ مل گیا
-11	جلال خان مری		21.02.2005		سراغ مل گیا
-12	نیاز محمد		08.12.2005	کوئٹہ	سراغ مل گیا
-13	سینف اللہ	حاجی عبدالباری ابا بکر	15.11.2005	کوئٹہ	لاپتہ

15- انج آرسی پی کی برسوں سے جبری گمشدگی کے واقعات کی چھان بین کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور کمیشن کو اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی تکمیل نہیں کہ اس حوالے سے حقیقی تعداد کی چھان بین کا کام، خصوصاً بلوچستان میں نہایت مشکل اور بعض اوقات ناممکن ہن جاتا ہے۔ جب انج آرسی پی نے 2007ء میں عدالت عظیمی میں لاپتہ افراد کے حوالے سے عرض داشت تو اس وقت پاکستان بھر میں تو ٹین شدہ واقعات کی تعداد 400 سے کچھ زیاد تھی۔ بعد ازاں متعدد واقعات کو فہرست سے اس لیے حذف کرنا پڑا اکہ واقعات قائمہ ہونے کے حوالے سے اقوام تحدہ کے پروگریم اور عدالتی ضوابط کے تحت عائد کردہ شرعاً کا پورا نہیں اترتے تھے۔ انج آرسی پی نے بلوچستان میں جبری گشادگی کے واقعات کی چھان بین میں پائی جانے والی مشکلات کی نشاندہی کی ہے اور تمام مخالف فرقیوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ان واقعات کو قائمہ کرنے میں اپنا کردار ادا کریں تاکہ اس امر کو تلقینی ہالیا جاسکے کہ غیر قانونی زیر حرast افراد آزاد ہوں، اس غیر قانونی کارروائی کا ناتھ ہو اور جبری گشادگی کا کوئی بھی واقعہ نظر وہ سے او جمل نہ رہے۔ انج آرسی پی گشادہ افراد کے اہل خانہ کے ڈوڈوں کی تردید کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا اور کمیشن نے کبھی یہ ڈوڈی نہیں کیا کہ اس کے مرتب کردہ اعداد و شمار جبری گشادگی کے حوالے سے حقیقی نہیں ہے۔ انج آرسی پی کا ہمیشہ یہ موقف رہا ہے کہ اس کے بیان کردہ اعداد و شمار صرف وہ ہی ہیں جن کی کمیشن چھان بین کر سکا ہے۔

نمبر شار	نام	ولدیت	گشندگی کی تاریخ	ضلع	موجوہ حالت
----------	-----	-------	-----------------	-----	------------

سال 2006

-14	عبد الرحمن			26.12.2006	گڈانی	سراغمل گیا
-15	امان اللہ			30.10.2006	کرک	سراغمل گیا
-16	عزیز اللہ		شاہ نواز مری	25.09.2006	کوئٹہ	سراغمل گیا
-17	برغ مری			25.06.2006	کوئٹہ	لاپتہ
-18	داد رحمان			26.12.2006	گڈانی	سراغمل گیا
-19	دین محمد			26.12.2006	گڈانی	سراغمل گیا
-20	فاروق مری، حاجی			05.06.2006	کوئٹہ	لاپتہ
-21	حبیب اللہ		شاہ نواز	25.09.2006	کوئٹہ	سراغمل گیا
-22	ابراهیم خلیل مری		احمد خان	09.03.2006	کوئٹہ	سراغمل گیا
-23	جعفر خان مری		علی جان	05.06.2006	کوئٹہ	لاپتہ
-24	کا کامری		پہلوان مری	21.10.2006	کوئٹہ	لاپتہ
-25	خلیل احمد لامگو			09.10.2006	کوئٹہ	سراغمل گیا
-26	خداداد			26.12.2006	گڈانی	سراغمل گیا
-27	کریم بخش میٹکل			26.12.2006	گڈانی	سراغمل گیا
-28	میر چاکر خان مری		میر تاج محمد مری	05.06.2006	کوئٹہ	سراغمل گیا
-29	میر محمد مری		علی جان	05.06.2006		لاپتہ
-30	میر محمد مری			05.06.2006	کوئٹہ	لاپتہ
-31	محمد انور			26.12.2006		سراغمل گیا
-32	نور احمد میٹکل		حاجی شیر محمد	26.12.2006	گڈانی	سراغمل گیا
-33	قادر بخش			26.12.2006		سراغمل گیا
-34	رضا احمد مری		احمدان مری	28.08.2006	سبی	لاپتہ
-35	رضی خان مری			21.10.2006	کوئٹہ	سراغمل گیا
-36	رندو خان مری			05.06.2006	کوئٹہ	لاپتہ
-37	سفاری مری		عالم خان مندانی مری	08.01.2006		سراغمل گیا
-38	شاہ گل مری			05.06.2006	کوئٹہ	لاپتہ
-39	شری احمد مری			05.06.2006	کوئٹہ	سراغمل گیا
-40	سُوری احمد مری		حاجی جان مری	01.10.2006		لاپتہ

نمبر شمار	نام	ولدیت	گمشدگی کی تاریخ	ضلع	موجہ حالت
-41	وڈیرہ جلال مری		06.05.2006		سراغ مل گیا
-42	یعقوب مری	میر جان ٹکیانی مری	03.02.2006	کوہلو	سراغ مل گیا
-43	یحییٰ خان مری		12.08.2006	کوئٹہ	لاپتہ
-44	ظفر مینگل		26.12.2006	گلڈانی	سراغ مل گیا
-45	زادہ کریم بخش		19.03.2006		سراغ مل گیا

سال 2007

-46	عبد الحمید بلوچ	غلام شاد	14.03.2007	کچ	لارپتہ
-47	عبد الواحد بلوچ	حاجی عالی	14.03.2007	کچ	سراغ مل گیا
-48	برگ		15.02.2007	تربت	سراغ مل گیا
-49	فضل بلوچ	در محمد	14.03.2007	کچ	سراغ مل گیا
-50	فیض محمد		15.03.2007	بی	سراغ مل گیا
-51	غل محمد		15.02.2007	تربت	لاپتہ
-52	جاں بلوچ	صالح محمد	14.03.2007	کچ	سراغ مل گیا
-53	کھائی جان مری	باز محمد	04.07.2007	کوئٹہ	لاپتہ
-54	خدائے رحیم بلوچ	حسن بخش	03.08.2007	واشک	سراغ مل گیا
-55	میر سرفراز خان مری	میر عالم خان	04.07.2007	کوئٹہ	لاپتہ
-56	مہمن خان	یار محمد	09.02.2007	تربت	سراغ مل گیا
-57	مہمن خان مری		03.02.2007	کوئٹہ	سراغ مل گیا
-58	محمد اقبال	عبد الرحمن	14.03.2007	تربت	لاپتہ
-59	نوائز علی بلوچ	غلام یاسین	14.03.2007		
-60	یار محمد	محمد بلوچ	09.02.2007	تربت	سراغ مل گیا
-61	زادہ بلوچ	حاجی ابراہیم	14.03.2007	کچ	سراغ مل گیا
-62	نور جان زمرانی	محمد حسن نگ زمرانی	09.02.2007	کچ	سراغ مل گیا

سال 2008

-63	سعید مینگل		ماہی 2008	والمندین	سراغ مل گیا
-64	سلیم لاکو	محمد صدیق	17.11.2008	کوئٹہ	لاپتہ
-65	ثناء اللہ - ایم حسنی	شاہ محمد	26.02.2008	کوئٹہ	لاپتہ
-66	عبد الرسول آری		01.02.2008	کوئٹہ	لاپتہ

نمبر شار	نام	ولدیت	گشتنگی کی تاریخ	وضع	موجوہ حالت
----------	-----	-------	-----------------	-----	------------

سال 2009

-67	چاکرخان مری	جیل احمد	03.09.2009	قلات	لاپتہ
-68	دین محمد بلوچ، ڈاکٹر	قادر بخش	29.06.2009	حضردار	لاپتہ
-69	فیض محمد	رحیم داد	03.05.2009	کچ	لاپتہ
-70	حسن ارجمندی		07.08.2009	لسمیہ	لاپتہ
-71	فضل کریم	شیر محمد	01.07.2009	قلات	لاپتہ
-72	فضل الدین		27.09.2009	مستونگ	لاپتہ
-73	غلام نبی	صالح محمد	01.08.2009	کوئٹہ	لاپتہ
-74	ہدایت اللہ بن غوری	محمد اکبر	03.09.2009	کوئٹہ	لاپتہ
-75	جلیل ریکی	عبدالقدیر	06.02.2009	کوئٹہ	لغش بر آمد ہوئی
-76	عمران بلوچ		02.05.2009	کوئٹہ	لاپتہ
-77	میر کمال خان سخراںی		06.03.2009	والبندیں	لاپتہ
-78	میر ظفر یعقوب نوشیر وانی	نوابزادہ یعقوب نوشیر وانی	21.08.2009	سراغ مل گیا	
-79	مشتاق علی	رودینی	27.03.2009	حضردار	لاپتہ
-80	مشتاق بلوچ	علی احمد	27.03.2009	حضردار	لاپتہ
-81	محمد اقبال	شمسے خان	03.07.2009	پنجور	لاپتہ
-82	مجیب احمد بلوچ	عبدالجید	01.09.2009	حضردار	لاپتہ
-83	مرید بیگی		05.02.2009	ڈیرہ بکٹی	لاپتہ
-84	نجیب اللہ	غلام قادر قمرانی	22.10.2009		
-85	نسیم احمد		11.11.2009	سراغ مل گیا	
-86	سعد اللہ بلوچ	حاجی عبدالرحیم	24.08.2009	حضردار	لاپتہ
-87	سمیع اللہ بلوچ		19.07.2009	نوشکی	لاپتہ
-88	شاہ زیب بلوچ		02.02.2009	پنجور	سراغ مل گیا
-89	سفرخان مری	شیرخان مری	26.10.2009	مری کمپ، کوئٹہ	لاپتہ
-90	ٹکاری محمد ہاشم	غلام قادر	21.07.2009	قلات	لاپتہ
-91	ڈاکٹر مجید	عبدالجید بن نبو	08.06.2009	حضردار	لاپتہ
-92	شبیر احمد	حاجی خان	11.10.2009	بریوری روڈ، کوئٹہ	لاپتہ
-93	قاری نصیر احمد	حاجی عبدالرحمان	11.10.2009	بریوری روڈ، کوئٹہ	لاپتہ

نمبر شمار	نام	ولدیت	گمشدگی کی تاریخ	ضلع	موجہہ حالت
-94	عبد العزیز بنگلوری	عبد الوہاب بنگلوری	29.08.2009	کوئٹہ	سراغنل گیا
-95	عبدالکبیر بلوچ	غوث بخش	27.03.2009	خضدار	لاپتہ
-96	عبد القادر لاغو		08.09.2009	کوئٹہ	لاپتہ
-97	علی احمد بلوچ		02.05.2009	کوئٹہ	لاپتہ
-98	عطاء اللہ بلوچ		27.03.2009	خضدار	لاپتہ
-99	بیش عظیم ڈاکٹر		06.02.2009	بی	سراغنل گیا
-100	بختیار بنگلوری		03.03.2009	بی	لاپتہ
-101	چاک تمبرانی		06.02.2009	کوئٹہ	سراغنل گیا
-102	نجیب اللہ	غلام قادر قمرانی	22.10.2009	کوئٹہ	سراغنل گیا
-103	ناصر علی بلوچ		03.09.2009	تر بت	لاپتہ

سال 2010

-104	عبد القیوم کامریڈ	نذر محمد	11.12.2010	گوادر	لغش برآمد ہوئی
-105	عبد الرحمن	غلام حسین	03.09.2010	گوادر	لغش برآمد ہوئی
-106	عبدالستار	داد محمد	15.08.2010	بنجکور	لغش برآمد ہوئی
-107	عبد الوہاب	نور محمد	08.03.2010	تر بت	لاپتہ
-108	نصیر احمد	کاملان	05.11.2010	گوادر	لغش برآمد ہوئی
-109	آن غا عبدالشاه	سید گل آغا	15.08.2010	بنجکور	لغش برآمد ہوئی
-110	احمد داد	داد محمد	03.10.2010	تر بت	لغش برآمد ہوئی
-111	عارف بلوچ	نور محمد	31.10.2010	کراچی	لغش برآمد ہوئی
-112	بہار خان	بیگ محمد	30.06.2010	کوئٹہ	لغش برآمد ہوئی
-113	غفار دشتی	رسول بخش	22.11.2010	تر بت	لاپتہ
-114	فاروق مینگل	غلام رسول	10.05.2010	کوئٹہ	لغش برآمد ہوئی
-115	محبوب علی	بیگ محمد	13.10.2010	کراچی	لغش برآمد ہوئی
-116	ارشاد ناصر	ناصر علی	26.11.2010	کچ	لاپتہ
-117	جیل یعقوب	محمد یعقوب	28.08.2010	تر بت	لغش برآمد ہوئی
-118	کامران	غلام سرور	04.11.2010	کوئٹہ	لاپتہ
-119	خدائے رحیم بنگلوری	مرید خان	11.12.2010	کوئٹہ	لغش برآمد ہوئی
-120	ماستر سفیر	غوث بخش بلوچ	15.08.2010	بنجکور	لغش برآمد ہوئی

نمبر شار	نام	ولدیت	گمشدگی کی تاریخ	ضلع	موجوہ حالت
-121	قبر چاکر	چاکر علی	26.11.2010	ترہت	نش برا آمد ہوئی
-122	رئیس جیل احمد	محمد یعقوب	28.08.2010	ترہت	نش برا آمد ہوئی
-123	سیمیر	رشید	13.10.2010	کوئٹہ	نش برا آمد ہوئی
-124	سیمیر رند	میر عبدالکریم رند	14.10.2010	ترہت	نش برا آمد ہوئی
-125	رمضان	مراد	24.07.2010	لا پتہ	ترہت
-126	شہزاد	پھان	02.05.2010	گوادر	لا پتہ
-127	شش الدین	محمد عثمان	01.07.2010	کوئٹہ	لا پتہ
-128	صدیق عیدو	عیدو	21.12.2010	گوادر	نش برا آمد ہوئی
-129	طارق علی بلوج	ملا عیسیٰ	14.11.2010	ترہت	نش برا آمد ہوئی
-130	طارق کریم	محمد کریم	21.10.2010	کراچی	لہیلے نش برا آمد ہوئی
-131	یاسر علی	ناصر علی	13.10.2010	ترہت	لا پتہ
-132	یوسف نذر	نذر محمد	21.12.2010	گوادر	نش برا آمد ہوئی
-133	منیر میر ولی ایڈوکیٹ	غلام رسول	17.06.2010	خضدار	لا پتہ
-134	ڈاکٹر اکبر مری	بختیار خان مری	2010	کوئٹہ	لا پتہ
-135	منظور احمد	ظیفراحمد	27.03.2010	شکلوٹ، کوئٹہ	لا پتہ
-136	حیدر بلوج		13.12.2010	پنجور	نش برا آمد ہوئی
-137	عبد الجبار بکی	میر شہاک	17.09.2010	واشک	لا پتہ
-138	وزیر احمد	شفیع محمد	24.09.2010	واشک	لا پتہ

سال 2011

-139	احمد علی	علی احمد	16.05.2011	ترہت	نش برا آمد ہوئی
-140	اختر لانگو		23.04.2011	کوئٹہ	نش برا آمد ہوئی
-141	فرید احمد بلوج	عبدالحکیم	11.02.2011	پنجور	نش برا آمد ہوئی
-142	حنیف یوسف	محمد یوسف	20.05.2011	گوادر	لا پتہ
-143	خالد بلوج	دوشبے	21.05.2011	ترہت	نش برا آمد ہوئی
-144	مزار بلوج	نور بخش	22.05.2011	ترہت	سرائیں گیا
-145	محمد عظیم	حاجی مہراب	06.05.2011	گوادر	نش برا آمد ہوئی
-146	محمد جان	محمد بلال	18.04.2011	خضدار	نش برا آمد ہوئی
-147	نبیل صاحب	صاحب خان	13.10.2011	گوادر	16/4/12 کو پختی میں ربانی

نمبر شمار	نام	ولدیت	گمشدگی کی تاریخ	صلع	موجہ حالت
-148	نوروز بلوچ		20.05.2011	تربت	لاپتہ
-149	رحمیوسف	محمد یوسف	20.05.2011	گوادر	لاپتہ
-150	رمضان	محمد یعقوب	29.05.2011	تربت	لاپتہ
-151	شیم بلوچ	محمد امین بلوچ	21.04.2011	تربت	لغش برآمد ہوئی
-152	ولید افضل	محمد افضل	13.10.2011	گوادر	16/4/12 کوپنی میں بائی ملی
-153	زریف فراز	بالاچ بلوچ	21.04.2011	گوادر	لغش برآمد ہوئی
-154	زیر	حاجی محمد نور	05.05.2011	تربت	لغش برآمد ہوئی
-155	شمع بلوچ		17.06.2011	مستونگ	لغش برآمد ہوئی
-156	آصف علی	محمد یوسف	28.5.2011	کراچی	لغش برآمد ہوئی
-157	محمد الدین	ملک محمد	06.09.2010	مستونگ	لاپتہ
-158	غلام قادر	دو شنبے	22.05.2011	تربت	لاپتہ
-159	نور بخش	دو شنبے	04.07.2011	تربت	لغش برآمد ہوئی
-160	خالد مینگل	بلال احمد	16.05.2011	وشکی	لاپتہ
-161	کلیم بلوچ	محمد عظم	26.08.2011	مستونگ	لغش برآمد ہوئی
-162	ستار بلوچ	جان محمد	24.08.2011	تربت	30 اگست 2011 کو بائی ملی
-163	ناول بلوچ	چاکر بلوچ	24.08.2011	تربت	لاپتہ
-164	عنایت اللہ	لال محمد	24.08.2011	تربت	29 اگست 2011 کو بائی ملی
-165	برکت بلوچ	علی محمد	24.08.2011	تربت	لاپتہ
-166	گوہرام بلوچ	خالد	24.08.2011	تربت	لغش برآمد ہوئی
-167	جادو پی نصیر رند	نصیر احمد رند	10.09.2011	جب	لغش برآمد ہوئی
-168	عبد الصدر رند	رکیس خان رند	10.09.2011	جب	لغش برآمد ہوئی
-169	عبد الغفار	رحمت	05/10/2011	کھاک، تربت	لاپتہ
-170	امجد	داد اللہ	17.09.2011	قلات بازار، تربت	لاپتہ
-171	منیر احمد	محمد عمر	09.08.2011	مندو، تربت	لاپتہ
-172	ناصر	رحمن	17.09.2011	میں تربت	لاپتہ
-173	علی حسن	خان محمد	4.11.2011	ودھن خدار	لاپتہ
-174	حاجی مہر اللہ خاچی	-	ایک سال قبل	سریاب، کوئٹہ	لاپتہ
-175	خالد بالال	محمد بالال	16.05.2011	وشکی	لاپتہ

نمبر شار	نام	ولدیت	گشندگی کی تاریخ	ضلع	موجوہ حالت
-176	زوبیب حسن	ریاض احمد	23.07.2011	شلکوٹ، کوئٹہ	لاپتہ
-177	غلام قادر	-	22.05.2011	تر بت	لاپتہ
-178	عبدالملک	عبدالحق	28.08.2011	نوشکی	لاپتہ

سال 2012

-179	محمد عینف	مراد حاصل	گوادر	05.01.2012	رہائی مل گئی ہے
-180	فتیز محمد	در محمد	دشت، تربت	10.01.2012	لاپتہ
-181	ماجد	داد محمد	مند، تربت	10.01.2012	رہائی مل گئی ہے
-182	محمد	حاجی گل محمد	مند، تربت	03.02.2012	رہائی مل گئی ہے
-183	عامر خان	گلبھار	سریاب روڈ، کوئٹہ	01.03.2012	سریاب روڈ، کوئٹہ
-184	میر جان	عامر خان	سریاب روڈ، کوئٹہ	01.03.2012	سریاب روڈ، کوئٹہ
-185	بلخ شیر	عامر خان	سریاب روڈ، کوئٹہ	01.03.2012	رہائی مل گئی ہے
-186	محمد شیر	عامر جان	سریاب روڈ، کوئٹہ	01.03.2012	رہائی مل گئی ہے
-187	گل میر	دوران	سریاب روڈ، کوئٹہ	01.03.2012	رہائی مل گئی ہے
-188	ہزار خان	حبيب خان	سریاب روڈ، کوئٹہ	01.03.2012	رہائی مل گئی ہے
-189	مزار خان	حبيب خان	سریاب روڈ، کوئٹہ	01.03.2012	رہائی مل گئی ہے
-190	جاوید (عمر 10 برس)	حبيب خان	سریاب روڈ، کوئٹہ	01.03.2012	رہائی مل گئی ہے
-191	حنیف	حبيب خان	سریاب روڈ، کوئٹہ	01.03.2012	رہائی مل گئی ہے
-192	لال	دوران	سریاب روڈ، کوئٹہ	01.03.2012	رہائی مل گئی ہے
-193	ڈاکٹر نصیر بلوج	علیٰ محمد	کوئٹہ	03.04.2012	رہائی مل گئی ہے
-194	حقیط رودینی		کوئٹہ	03.04.2012	رہائی مل گئی ہے
-195	اختی لانگو		کوئٹہ	03.04.2012	رہائی مل گئی ہے

2012 میں بلوچستان میں جبری کمشده افراد کی نعشوں کی برآمدگی

نمبر شار	نام	ولدیت	عمر	گمشدگی کی تاریخ	تاریخ / مقام جہاں سے نعش برآمد ہوئی	پتہ
-1	سلیم بدینی	-	30 برس	ایک ماہ قتل	کیم جنوری، دشت، مستونگ	چھپ، بولان
-2	وزیر خان مری	قاسم خان	-	تمبر 2011، ہزارگنجی، کوئٹہ بر پوری روڈ، کوئٹہ	2 جنوری، مشرق بائی پاس، ہزارگنجی، کوئٹہ	ڈیہ اللہ یار، جفرا آباد
-3	عبدالستار	-	-	-	-	جنوری، جفرا آباد
-4	جیل بلوچ	ملاصم	30 برس	-	3 جنوری، خیر آباد، تربت	دشت، تربت
-5	محمد راد	عبداللطیف	-	-	5 جنوری، وندار، بسیلہ	حب، بسیلہ
-6	عنایت اللہ	محمد اسماعیل	34 برس	کراچی سے چند دن قبل	5 جنوری، حب، بسیلہ	کراچی
-7	صلح خان بگٹی	-	35 برس	جفرا آباد سے تین دن قبل	9 جنوری، نوٹل، فضیل آباد	جفرا آباد
-8	محمد براہیم	-	-	-	13 جنوری، چاٹی	نوٹل
-9	نامعلوم	-	-	-	13 جنوری، چاٹی	-
-10	وزیر خان مری	زہیر	38 برس	-	16 جنوری، لیاری، اتحل	گٹھال محمد مری، کراچی
-11	غلام محمد	-	24 برس	-	16 جنوری، پشین	-
-12	محمد عظیم	بالاچ	-	-	16 جنوری، چکان پنجور	گادر سوراب، قلات
-13	نامعلوم	-	-	-	16 جنوری، سریاب روڈ، کوئٹہ	-
-14	میر احمد	محمد بخش	-	-	18 جنوری، سوراب ذمک، پنجور	پنجور
-15	عمران	-	-	-	25 جنوری، حب، بسیلہ	-
-16	نامعلوم	-	-	-	31 جنوری، پشین	-
-17	خیر محمد	خیر محمد	28 برس	شاہ نورانی، حب سے پانچ دن قبل	2 فروری، شاہ نورانی، حب	سرورہ، خضدار
-18	قادر بخش	صالح محمد	35 برس	شاہ نورانی سے چند دن قبل	2 فروری، شاہ نورانی، حب	سرورہ ضلع خضدار
-19	نامعلوم	-	-	-	12 فروری، دالبندین	-
-20	سنت شاہ بلوچ	حاجی جان محمد	35 برس	7 مئی 2009، دشت، ضلع مستونگ	13 فروری، مرغپ، تربت	کلکوچا، ضلع مستونگ
-21	بنجشا بگٹی	-	-	-	13 فروری، حب، بسیلہ	حب، بسیلہ
-22	جان محمد مری	-	60 برس	حب، بسیلہ سے پانچ دن قبل	13 فروری، حب، بسیلہ	حب، بسیلہ
-23	زروداد	-	40 برس	-	13 فروری، مرغپ، تربت	بٹ گرام، کوہستان
-24	سعید مری	لال محمد	20 برس	مرگٹ، کوئٹہ سے 15 دن قبل	13 فروری، حتا، کوئٹہ	مرگٹ، کوئٹہ
-25	نامعلوم	-	-	-	23 فروری، دالبندین	-

-	27 فروری، موئی خیل	-	-	-	-	نامعلوم	-26
-	29 فروری، دشت، مستونگ	19 دسمبر 2011، بولان	-	-	-	رجم دادنچاری	-27
ترتیب	کلم مارچ، ترتیب	-	-	-	خیر محمد	عبد الرحمن	-28
کوئٹہ	کوئٹہ سے ایک ہفتہ قبل	2 مارچ، بوسستان، پشین	برس 35	-	-	فتح محمد	-29
بھاگ، ضلع بولان	3 مارچ، ناؤں، فسیر آباد	13 فروری، قمی شاہراہ، بی	-	-	-	عبد الغفار	-30
ڈیرہ گنٹی	3 مارچ، پیر کوہ، ڈیرہ گنٹی	1 مارچ 2012 بیکوہ، ڈیرہ گنٹی	-	تحمیا	-	زہرو گنٹی	-31
ڈیرہ گنٹی	3 مارچ، پیر کوہ، ڈیرہ گنٹی	1 مارچ 2012 بیکوہ، ڈیرہ گنٹی	-	-	تو حک	لانبو گنٹی	-32
ڈیرہ گنٹی	کلم مارچ 2012، بیکوہ، ڈیرہ گنٹی	3 مارچ، پیر کوہ، ڈیرہ گنٹی	-	-	زہرو گنٹی	منگل گنٹی	-33
ڈیرہ گنٹی	کلم مارچ 2012، بیکوہ، ڈیرہ گنٹی	3 مارچ، پیر کوہ، ڈیرہ گنٹی	-	-	-	رجم بخش	-34
-	3 مارچ، جفڑ آباد	-	-	-	-	نامعلوم	-35
-	5 مارچ، کوئٹہ	-	برس 40	-	-	نامعلوم	-36
-	6 مارچ، دشت، مستونگ	-	برس 30	-	-	احمیل	-37
-	11 مارچ، قومی شاہراہ، بولان	-	-	-	-	نامعلوم	-38
-	11 مارچ، قومی شاہراہ، بوسستان	-	-	-	-	نامعلوم	-39
-	29 مارچ، قومی شاہراہ، پشین	-	-	-	-	نامعلوم	-40
مستونگ	16 اپریل، کنک، مستونگ	-	-	عبد الصمد پیر کانی	-	عبد المنان	-41
مستونگ	16 اپریل، کنک، مستونگ	-	-	-	-	رئیس رئیسانی	-42
سوراب	19 اپریل، سوراب	-	-	-	-	عبد الوہاب	-43
سوراب	19 اپریل، سوراب	-	-	-	-	شاہ نواز	-44
راجہن پور، پنجاب	13 اپریل، ڈیرہ اللہ یار	-	-	-	-	علی رضا گنٹی	-45
گوجرانوالہ، پنجاب	13 اپریل، ڈیرہ اللہ یار	2012 مارچ	-	-	-	رکیہ گنٹی	-46
ملاخندریہ	15 اپریل، کراو، خضدار	-	-	-	-	عبد الطیف بیک	-47
-	15 اپریل، بخاری بائی پاس، کوئٹہ	-	-	-	-	نامعلوم	-48
پڈ گالی چوک، کوئٹہ	22 اپریل، گلستان، قلعہ عبد اللہ	27 مارچ، کوئٹہ	-	-	-	جہانگیر بلوچ	-49
نیو کاخان، کوئٹہ	22 اپریل، گلستان قلعہ عبد اللہ	26 مارچ، نیو کاخان، کوئٹہ	-	-	-	محمد خان مری	-50
-	24 اپریل، ماٹھیل	چند دن قبل	برس 20	محمد حسین	-	ندیم احمد	-51
-	24 اپریل، ماٹھیل	چند دن قبل	برس 20	علی بخش	-	غلام نبی	-52
-	29 اپریل، بچ، بولان	-	-	-	-	نامعلوم	-53
کلی جیو، کوئٹہ	2 منی، مستونگ	چند دن قبل	-	-	-	شاه زمان پیر کانی	-54
نیو کاخان، مری کوئٹہ	2 منی، زیر و پا نکت، احتل	چند دن قبل	-	-	-	محمد مراد	-55
نیو کاخان، مری کوئٹہ	2 منی، زیر و پا نکت، احتل	چند دن قبل	-	-	-	دل مراد مری	-56
-	2 منی، سیلان بائز ناون، کوئٹہ	-	-	-	-	نامعلوم	-57

2012 میں بلوچستان میں ہلاک ہونے والے سکیورٹی اہلکار اور جنگجو

جنگجو		دیگر فرسز		پولیس		فوج		ایف سی		وقوع کی نوعیت		تاریخ و قوعہ کا مقام	
		زخمی	ہلاک	زخمی	ہلاک	زخمی	ہلاک	زخمی	ہلاک	زخمی	ہلاک	زخمی	ہلاک
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	4	بارودی سرنگ	کیم جنوری ڈیرہ گھٹی	
7	5	-	-	-	-	-	-	2	-	دو طرفہ فائزگ	جنوری، پشین		
-	-	-	-	-	-	-	-	1	1	بمدھاکہ	جنوری، ڈیرہ گھٹی		
-	-	-	-	-	-	-	-	10	14	فائزگ	جنوری، تربت		
4	13	-	-	-	-	-	-	2	41	فائزگ	جنوری، چھالاگ		
-	-	-	-	-	-	-	-	1	5	فائزگ	جنوری، سوئی، ڈیرہ گھٹی		
-	-	-	-	-	-	-	-	1	1	بمدھاکہ	جنوری، ڈیرہ مراد جمالی		
-	-	-	-	-	-	-	-	2	-	بارودی سرنگ پھٹگنی	جنوری، تربت		
3	7	-	-	-	-	-	-	14	26	فائزگ	کیم فروری، مارگٹ، مجھ، بولان		
-	-	-	-	-	-	-	-	-	2	بارودی سرنگ پھٹگنی	فروری نصیر آباد		
-	-	-	-	-	-	-	-	-	2	بمدھاکہ	فروری، ڈیرہ گھٹی		
-	3	-	-	-	-	-	-	2	-	فائزگ	کیم مارچ، ڈیرہ گھٹی		
-	-	-	-	-	-	-	-	-	3	فائزگ	مارچ، مجھ، بولان		
-	3	-	1	1	-	-	-	-	-	فائزگ	مارچ، نصیر آباد		
9	7	-	-	-	-	-	-	17	13	فائزگ	مارچ، سوئی، ڈیرہ گھٹی		
1	2	-	-	-	-	-	-	-	-	فائزگ	مارچ، ڈیرہ مراد جمالی		
-	-	-	6	-	-	-	-	-	-	فائزگ	مارچ، ڈیرہ گھٹی		
-	-	-	-	-	-	-	-	1	-	فائزگ	مارچ، ماٹکیل، آواران		
-	-	-	-	-	-	-	-	-	2	فائزگ	مارچ ڈیرہ گھٹی		

-	-	-	-	-	2	-	-	-	-	-	فارنگ	21 مارچ، کوئٹہ
-	-	-	-	-	-	-	-	-	4	4	فارنگ	23 مارچ، ٹوب
-	-	-	-	-	-	-	-	-	1	1	فارنگ	7 اپریل، پارکھان
-	-	-	-	-	1	-	-	-	-	-	فارنگ	7 اپریل، قلات
6	4	-	-	-	-	-	-	-	-	-	فارنگ	11 اپریل، ڈیرہ بلگٹی
0	2	-	-	-	-	-	-	-	-	-	فارنگ	12 اپریل، کوئٹہ
0	2	-	-	-	-	-	-	-	-	-	فارنگ	12 اپریل، کوئٹہ
4	4	-	-	-	-	-	-	-	-	-	فارنگ	12 اپریل، تربت
-	-	-	-	-	-	-	-	-	5	1	بم دھا کہ	کیمی ٹی، کوئٹہ
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	بم دھا کہ	می 2012، کوئٹہ

سویں اور فوجی افسران سے ملاقات کا وقت لینے بارے درخواستیں



تاریخ: 10.05.2012

حوالہ نمبر:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، بلوچستان چپڑ

جناب عزت مآب وزیر اعلیٰ بلوچستان صاحب

مسٹر/جناب،

نہایت ادب کے ساتھ عرض ہے کہ انج آری پی کے چیئر پرسن، واس چیئر پرسن اور پاکستان بھر سے کونسل ارکین پر مشتمل انج آری پی کا وفد صوبے میں امن و امان اور انسانی حقوق کی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے بلوچستان کا دورہ کر رہا ہے۔ وnf 17 مئی 2012 کو آپ کے ساتھ اپنے خیالات کا تبادلہ کرنا چاہتا ہے۔

ہم اس حوالے سے آپ کے بروقت جواب کے منتظر ہیں

آپ کا تہذیل سے شکریہ

طاہر حسین خان ایڈو ووکیٹ

واس چیئر پرسن

انج آری پی، بلوچستان چپڑ

دفتر: اے ایف، 203 جناح کمپیوٹر سٹریٹ، ایم اے جناح روڈ، کوئٹہ

ٹیلی فون: 2827869 (081)، فیکس: 2820117 (081)، ایمیل: quettahrcp@gmail.com



پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، بلوچستان چپٹر

تاریخ: 10.05.2012

حوالہ نمبر:

جناب عزت مآب کمانڈر ساڈرن کمانڈ، بلوچستان، کوئٹہ

مسٹر/جناب،

نہایت ادب کے ساتھ عرض ہے کہ انج آری پی کے چیئر پرسن، واکس چیئر پرسن اور پاکستان بھر سے کوئل ارکین پر مشتمل انج آری پی کا وفد صوبے میں امن و امان اور انسانی حقوق کی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے بلوچستان کا دورہ کر رہا ہے۔ ونڈ 18 مئی 2012 کو آپ کے ساتھ اپنے خیالات کا تبادلہ کرنا چاہتا ہے۔

ہم اس حوالے سے آپ کے بروقت جواب کے منتظر ہیں

آپ کا تہذیب سے شکریہ

طاہر حسین خان ایڈوکیٹ
واکس چیئر پرسن
انج آری پی، بلوچستان چپٹر

دفتر: اے ایف، 203 جناح کمپیوٹر سنٹر، ایم اے جناح روڈ، کوئٹہ
ٹیلی فون: 2827869 (081)، ٹیکس 2820117 (081)، ای میل quettahrcp@gmail.com



پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، بلوچستان چپٹر

تاریخ: 10.05.2012

حوالہ نمبر:

جناب عزت مآب پسیکر بلوچستان، صوبائی اسمبلی

مسٹر/جناب،

نہایت ادب کے ساتھ عرض ہے کہ ایج آری پی کے چیئر پرسن، وائس چیئر پرسن اور پاکستان بھر سے کوئل ارکین پر مشتمل ایج آری پی کا وفد صوبے میں امن و امان اور انسانی حقوق کی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے بلوچستان کا دورہ کر رہا ہے۔ وفد 17 مئی 2012 کو آپ کے ساتھ اپنے خیالات کا تبادلہ کرنا چاہتا ہے۔

ہم اس حوالے سے آپ کے بروقت جواب کے منتظر ہیں

آپ کا تہذیل سے شکریہ

طاہر حسین خان ایڈووکیٹ

وائس چیئر پرسن

ایج آری پی، بلوچستان چپٹر

دفتر: اے ایف، 203 جناح کمپیوٹر سنٹر، ایم اے جناح روڈ، کوئٹہ

ٹیلی فون: 2827869 (081)، فیکس: 2820117 (081)، ای میل: quettahrcp@gmail.com



پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، بلوچستان چپڑ

تاریخ: 10.05.2012

حوالہ نمبر:

جناب عزت مآب انسپکٹر فرنئیر کور، بلوچستان

مصدر/جناب،

نہایت ادب کے ساتھ عرض ہے کہ ایچ آر سی پی کے چیئرمین، واکس چیئرمین اور پاکستان بھر سے کوئل ارکین پر مشتمل ایچ آر سی پی کا وفد صوبے میں امن و امان اور انسانی حقوق کی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے بلوچستان کا دورہ کر رہا ہے۔ وفد 18 مئی 2012 کو آپ کے ساتھ اپنے خیالات کا تبادلہ کرنا چاہتا ہے۔

ہم اس حوالے سے آپ کے بروقت جواب کے منتظر ہیں

آپ کا تہذیب سے شکریہ

طاہر حسین خان ایڈوکیٹ
واکس چیئرمین
ایچ آر سی پی، بلوچستان چپڑ

دفتر: اے ایف، 203 جناح کمپیوٹر سسٹر، ایم اے جناح روڈ، کوئٹہ
ٹیلی فون: 2827869 (081)، 2820117 (081)، ای میل: quettahrcp@gmail.com